

شیطانی و سو سے

اور جوان

نام کتاب : شیطانی و سو سے اور جوان

ترتیب و پیشکش : ایسوی ایشن آف امام مہدی علیہ السلام

سنة طباعت : ذی القعده ۱۴۳۲ھ، جولائی ۲۰۱۹ء

مطبوعہ : غزل انظر پرائزز، مجتبی

ایسوی ایشن آف امام مہدی علیہ السلام

پوسٹ بائس نمبر ۱۹۸۲۲، مجتبی ۵۰۰۰۔

بسمه تعالیٰ و بن کرو لیہ

فہرست

۶	دشمن شناسی
۷	ا۔ وسوسہ
۸	۲۔ سجا کر پیش کرنا
۱۲	۳۔ چوڑرفہ حملہ
۱۳	۴۔ ہمارے اعمال سے شیطان کی بیزاری
۱۶	۵۔ خوف زدہ کرنا
۱۹	علاح
۱۹	الف۔ استعاذه
۳۰	و انتظمنی
۳۲	تکفیر فی قدر تک
۳۳	حمد
۳۵	تدبیر اعلیٰ عدوک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللَّهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْجُحَّةَ بْنَ الْحَسَنِ
الْعَسْكَرِيِّ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلَى
أَبَائِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ
سَاعَةٍ. وَلِيَّا وَحَافِظَا وَقَاءِدَا
وَنَاصِرا وَدَلِيلًا وَعَيْنَا. حَتَّى
تُسْكِنَهُ أَرْضَكَ طَوْعًا وَتُمْتَعَهُ
فِيهَا طَوِيلًا.

شیطانی و سو سے اور جوان

انسان کی خوبصورتی اس کی ظاہری شکل و صورت کی بنا پر نہیں ہے
ورنہ بہت سے پرندے انسان سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں انسان بہترین
لباس میں اتنا اچھا نہیں لگتا ہے جتنا پرندے اپنے رنگوں میں خوبصورت لگتے
ہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آله وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِ الْكُمْ وَ أَمْوَالِ الْكُمْ وَ إِنَّمَا
يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِ الْكُمْ وَ أَعْمَالِ الْكُمْ وَ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى
الْقُلُوبِ لِأَنَّهَا مَنْطِقَةُ النِّيَّةِ

(جامع السعادات، ج ۲، ص ۲۸۹)

خداوند عالم تمہاری صورت اور تمہارے اموال کی طرف
نہیں دیکھتا وہ بس تمہارے دل اور تمہارے اعمال کی

طرف دیکھتا ہے اور دل کو اس بنا پر دیکھتا ہے کہ وہ
نیت کی جگہ ہے۔

جس طرح شکل و صورت کو سدھار لینا آسان ہے پلاٹک سر جسری
سے ناک نقشہ تبدیل کئے جاسکتے ہیں قلب و نظر کی اصلاح اسی قدر مشکل ہے۔
اس کی ایک وجہ یہ ہے شکل و صورت کو سدھارنے میں جس قدر شیطان مدد
کرتا ہے اتنا ہی قلب و نظر و فکر و خیال کی اصلاح میں رکاوٹیں ایجاد کرتا ہے۔
خداوند عالم نے بلا وجہ شیطان کو انسان کا کھلا ہوا شمن قرار نہیں دیا ہے۔

دشمن شناسی

میدان جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے
انسان اپنے دشمن کو پہچانے اس کے منصوبوں سے واقف ہوا اس کی
سازشوں سے آگاہ ہواں کے اسلحوں سے باخبر ہو۔ اس کے حملے کے طریقہ
اور انداز کو جانتا ہو۔ اس کی طاقت وقت سے باخبر ہو۔ اگر پوری طرح دشمن
شناسی نہیں ہے تو میدان جنگ میں کامیابی سے زیادہ نقصان کا امکان ہے۔
خدا کا کلام حقیقت اور صداقت پر منحصر ہے خدا سے زیادہ کوئی بھی
انسان کے حق میں مہربان رحیم و رووف نہیں ہے اور خدا سے زیادہ کوئی بھی
انسان کی ترقی اور بلندی درجات کا خواہاں نہیں ہے۔ خداوند عالم نے قرآن

کریم میں شیطان کے بعض کاموں کا طریقہ اور انداز کا تذکرہ کیا ہے۔ ذیل میں چند کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن شروع کرنے سے پہلے حضرت ولی عصر حجۃ بن الحسن الحسکری علیہ السلام کے وسیلہ سے خداوند کریم کی بارگاہ میں شیطان اور اس کے تمام منصوبے اور سازشوں سے پناہ مانگتے ہیں جو حت خدا جس کی سرپرستی کرے شیطان اپنے تمام گروہ کے ساتھ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا ہے۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ

اللَّعِينِ الرَّجِيمِ

شیطان کے بعض کام کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ وسوسہ

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ

(اعراف ۲۰)

شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ایجاد کیا۔

وسوسہ یعنی جو حقیقت نہیں ہے اس کو حقیقت بنا کر سجا کر پیش کرنا۔

قرآن کریم نے اس وسوسے سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔

مِنْ شَرِّ الْوُسُوْسِ ۝ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوْسُوْسُ

فِيْ صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنْ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

خناس کے وسوسہ سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ
پیدا کرتا ہے۔ یہ وسوسہ ایجاد کرنے والے جنات میں
بھی ہوتے ہیں اور انسانوں سے بھی۔

شیطان انسان کے دل میں ذہن میں طرح طرح کے خیالات پیدا
کرتا ہے۔ سوال جواب اعتراض اس کا جواب سب تیار کرتا ہے اور خود ہی
فیصلہ کر کے انسان کے دل میں ایک بات بٹھاد دیتا ہے وہ بات ایسا دل
میں گھر کر جاتی ہے لاکھوں شوؤں کے باوجود بھی نکلتی نہیں ہے جب کہ در
حقیقت اس فیصلہ کے عنئے بھی مقدمات و اسباب سب بالکل ہی بے بنیاد
ہیں ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

۲۔ سمجھا کر پیش کرنا

شیطان کا ایک اہم کام برائیوں کو اچھائی بننا کر پیش کرنا گناہوں کو
اطاعت کا درجہ دینا۔

قَالَ رَبِّيْهَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزِّيْنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ
وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝

(ج ۳۹)

جب خداوند عالم نے جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر
شیطان کو اپنی بارگاہ سے نکال دیا اس نے اپنی عبادتوں کا معاوضہ طلب کیا اور

اس کا معاوضہ قیامت تک زندہ رہنے کی بات تھی۔ خدا نے قیامت تک تو
 نہیں ”وقت معلوم“ تک کی مہلت دے دی۔ یہ شیطان کی بہت بڑی بھول
 تھی اس لیے کہ وہ تمام چیزیں جس سے اس نے خدا کی عبادت کی تھی وہ سب
 کی سب خدا کی عطا کردہ تھیں زندگی اعضا وجوار حسب تو خدا کے عطا کردہ
 تھے لیکن خدا نے اپنے کرم سے اس کو معاوضہ دے دیا۔ اس نے شرمندگی
 کے بجائے سرکشی سے کام لیا خدا کی بارگاہ میں بہت بڑی جمارت کرتے
 ہوئے اس نے سب سے پہلے خدا پر الزام لکایا۔ رب بما اغوتینی۔ خدا یا تو نے
 جس طرح مجھے گمراہ کیا ہے۔ شیطان خود اپنے اختیار سے گمراہ ہوا اور الزام خدا
 کے سر رکھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے جو لوگ اپنی غلطیوں گناہوں اور خطاؤں
 پر شرمندہ ہونے کے بجائے تو بہ واستغفار کرنے کے بجائے دوسروں کو اس
 کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں وہ کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ اس پیروی کا انجام
 وہی ہو گا جو پیشوں کا ہوا۔ اس جمارت کے بعد شیطان نے نہایت بے شرمی
 سے کہا:

لَا زَيْنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَا غُوَيْبَهُمْ أَجْمَعِينَ
 میں دنیا کی چیزوں کو ان کے سامنے ضرور بالضرور سمجھا کر
 پیش کروں گا اور ضرور بالضرور سب کو گمراہ کروں گا۔
 پہلے سجا کر پیش کرنا پھر گمراہ کرنا۔ یہ راویوں کو سجا کر پیش کرنا شیطان کا

بہت بڑا اور آزمودہ نجہ ہے خداوند عالم سورہ فاطر میں شیطان کی دشمنی کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے:

أَقْمَنْ زُيْنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهِ فَرَأُهُ حَسَنًا طَ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

(سورہ فاطر، آیت ۸)

وہ شخص جس کے لیے اس کے برے اعمال سجا کر پیش کئے گئے وہ ان برے اعمال کو اچھا سمجھتا ہے۔ خداوند عالم جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

اسی طرح فرعون کے بارے میں ہے:

وَ كَذَلِكَ زُيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْءُ عَمَلِهِ وَ صَدَّ عَنِ السَّبِيلِ طَ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ

(سورہ مومن، آیت ۳۷)

اور اسی طرح فرعون کے غلط کام اس کے سامنے سجا کر پیش کئے گئے اس کے لیے خدا پرستی اور حق کا راستہ بند ہو گیا فرعون کی تمام چالیں اس کی تباہی و بر بادی کا سبب قرار پائیں۔

اس وقت کے سوچ میڈ یا اور الکٹرانک میڈ یا اور دوسروے ذرائع

ابلاغ کس طرح گناہوں کو اور خاص کر گناہان کبیر کو سحب کر پیش کر رہے ہیں جس کی بناء پر واضح گناہ میں بمتلا افراد شرمندگی کے بجائے کھلے عام سڑکوں پر جشن منار ہے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے جوانوں کے ناپہنچنے ڈھنوں کو کس قدر متاثر کر رہی ہیں۔ یہ باتیں اس قدر عام ہیں کہ مثال بیان کرنے کی چند اس ضرورت نہیں ہے۔

قرآن کریم نے اس کا علاج یہ بتایا ہے:

۱۔ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلُ لَكُمْ فُرْقَانًا

(سورہ انفال، آیت ۲۹)

اے صاحبان ایمان اگر تم خدا کا تقوی اختیار کرو خدا
تمھیں حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت و طاقت عطا
کرے گا۔

۲۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلُ لَهُ حَمْرَاجًا

(سورہ طلاق، آیت ۲)

جو خدا کا تقوی اختیار کرتا ہے خدا اس کے لیے گناہوں
اور مشکلات سے نکلنے کا راستہ فراہم کر دیتا ہے۔

۳۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلُ لَهُ مِنْ أَمْرٍ هُمْ يُسَرُّا

(سورہ طلاق، آیت ۳)

جو خدا کا تقوی اختیار کرتا ہے خدا اس کے لیے مشکلات کو
آسان کر دیتا ہے۔

یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہے خدائی نسخہ طبیبوں اور
ڈاکٹروں کے نسخہ کی طرح امکانی تاثیر نہیں رکھتے بلکہ یہ وہ دوائیں ہیں جن کا
اثر ۱۰۰ فیصد ہے اگر ہم شیطان کے اس بڑے حربے سے محفوظ رہنا چاہتے
ہیں تو واقعاً خوف خدا اختیار کریں تقوی الہی اختیار کریں اور حضرت پیغمبر
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

يَا عَيْشُ حُبُّكَ التَّقْوَىٰ وَإِيمَانٌ
اَعَلَىٰ تَهَارِي مجت تقوی اور ایمان ہے۔

یعنی شیطانی حربوں سے محفوظ رہنے کے لیے توحید کے ساتھ ساتھ
ولایت اہل بیت علیہم السلام ضروری ہے۔

۳۔ چوڑفہ حملہ

شیطان کے حملے ایک خاص طرف سے نہیں ہوں گے بلکہ یہ حملے
ہر طرف سے ہوں گے۔

قَالَ فِيَّا أَغْوَيْتَنِي لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صَرَاطُكَ
الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَا تَنْهَمُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ
وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِيلِهِمْ ۝

وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شُكِّيْنَ ۝

(سورہ اعراف، آیات ۱۷-۱۶)

شیطان نے کہا چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں تیرے
بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے تیرے میدھے راستہ پر جم
کر بیٹھوں گا اور پھر آگے سے پچھے سے، دائیں جانب
سے بائیں جانب سے ان کے پاس آؤں گا اور تو اکثر
بندوں کو شکر گذاہ نہیں پاتے گا۔

یعنی شیطانی حملے صرف ایک طرف سے نہیں ہوں گے ہر طرف
سے ہوں گے کب کہاں سے شیطان حملہ کر بیٹھے کچھ معلوم نہیں۔ شیطان ذہن
میں فکر میں خیال میں دل میں کب کہاں حملہ کر دے کچھ معلوم نہیں کب کس
چیز کوں طرح سجا کر پیش کر دے کچھ معلوم نہیں۔

خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَيْئِنُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِيْنَ
ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ
آتَهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝

(سورہ کھفت، آیات ۱۰۳-۱۰۲)

اے رسول آپ ان لوگوں سے کہدیں کیا تم تھیں ان
لوگوں کے بارے میں نہ بتائیں جو عمل کے اعتبار سے

سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے یہ میں یہ وہ لوگ
 یہ جن کی ساری زندگی دنیاوی کاموں میں ناپسید ہو گئی
 اور وہ یہ خیال کرتے رہے کہ وہ کوئی اچھا کام انجام دے
 رہے ہیں۔

یہ سب شیطان اور نفس امارہ کی کارکردگی کا اثر ہے۔ شیطان اس طرح سے ہم پر مسلط ہے ہم کام تو کر رہے ہیں اور خوب کر رہے ہیں اور یہ سوچ کر کر رہے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں جب کہ درحقیقت یہ سب ہمارا خواب ہے یہ تو بس آخرت میں پتہ چلے گا کہ جس کام کو اچھا خیال کرتے تھے وہ واقعاً اچھا تھا کہ برا۔ یا سب کا سب وبال تھا۔

۳۔ ہمارے اعمال سے شیطان کی بیزاری

عام طور سے ہماری عادت یہ ہے کہ ہم اپنے غیر معقول کاموں کو شیطان کی طرف منسوب کر کے اپنا دامن چھڑایتے ہیں اور ساری ذمہ داری شیطان کے سر ڈال دیتے ہیں ہم یہ بھول جاتے ہیں شیطان کے علاوہ ایک نفس امارہ بھی ہے جو خود ہمارے وجود میں ہے۔ وہ خود ہمارا نفس ہے کسی اور کا نہیں۔ بہر حال ہم جس شیطان پر یہ ساری ذمہ داری ڈال دیتے ہیں آیا وہ خود ذمہ داری قبول کرے کوتیار ہے یا وہ ہم ہی کو ذمہ دار قرار دے گا۔
 قرآن کریم نے کس حسین انداز میں اس کو بیان فرمایا:

وَقَالَ الشَّيْطَنُ لَهَا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ
 وَعَدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ طَ وَمَا كَانَ لِي
 عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَنٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ
 فَاسْتَجَبْتُمْ لِي طَ فَلَا تَلُومُونِي وَلَوْمَوَا
 أَنفُسَكُمْ طَ مَا أَنَا بِمُضِّرٍ حِكْمٌ وَمَا أَنْتُمْ
 بِمُضِّرٍ خَيَّطٍ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا آشَرَ كُتُبُوْنِي مِنْ
 قَبْلٍ طَ إِنَّ الظَّالِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝

(ابراهیم، آیت ۲۲)

جب سارے فیصلے ہو جائیں گے اس وقت شیطان کہے گا
 یقیناً خدا نے تم سے حق اور سچا وعدہ کیا اور میں نے بھی تم
 سے وعدہ کیا لیکن میں نے وعدہ خلافی کی (میرے
 سارے وعدہ خلاف واقع تھے) مجھے تم پر کوئی قابو اور
 حکومت حاصل نہیں تھی بس بات صرف اتنی تھی میں نے
 تم کو دعوت دی غلط کاموں کی طرف خدا کی معصیت اور
 نافرمانی کی طرف بلا یا تم نے میری دعوت قبول کر لی
 اب تم میری ملامت مت کرو مجھے برا بحلا ملت کہو خود
 اپنے آپ کی ملامت کرو اس وقت تم نہ میری مدد
 کر سکتے ہو اور نہ میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں۔ جن

چیزوں کو تم نے میرا شریک قرار دیا تھا میں ان سب کا
انکار کرتا ہوں یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب
ہے۔

اب ذرا غور فرمائیں اور اس وقت کو تصور میں لا لیں جب ہم حب
عادت شیطان کو ذمہ دار قرار دے رہے ہوں گے اور وہ ہم سے بیزار ہو رہا
ہو گا اس وقت ہماری کیفیت کیا ہو گی؟؟؟
کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم وقت رہتے متوجہ ہو جائیں اور شیطانی
وسوں سے باہر آ جائیں۔

۵۔ خوف زدہ کرنا

شیطان کا ایک کام خوف زدہ کرنا۔ اگر تم نے یہ مال دے دیا اور کل
تمہاری تجارت متاثر ہو گئی تو کیا کرو گے تمہارے بچوں کا کیا ہو گا۔ لہذا اخراج
کرنے کے بجائے اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے ذخیرہ کرو۔ تم جس
منصب پر ہو اگر تم نے لوگوں کے ساتھ تعاون نہیں کیا تو کل تمہارے لیے
مشکلات پیش آ سکتی ہیں لہذا منصب کی خاطر ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری
ہے۔ خدا کو ہماری مجبوری کا علم ہے وہ غفور و رحیم ہے، ارحم الراحمین ہے وہ
بخش دے گا۔ اس طرح شیطان کبھی فقر و فاقہ کا کبھی جاہ و منصب کا کبھی
دنیاوی عورت کا خوف دلا تارہتا ہے اور ہم خوف زدہ ہوتے رہتے ہیں۔

إِنَّمَا ذُلِّكُمُ الشَّيْطَنُ يُبَوِّفُ أَوْلَيَاءَهُ فَلَا
تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ^(٤٦)
(آل عمران، آیت ۱۷۵)

یہ شیطان ہے جو اپنے دشمنوں کو اپنے ماننے والوں کو
خوف زدہ کرتا ہے دیکھو اس سے خوف زدہ مت ہو۔
بلکہ مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

الشَّيْطَنُ يَعِدُ كُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُ كُمُ بِالْفُحْشَاءِ
وَاللَّهُ يَعِدُ كُمْ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًاً وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلَيْهِمْ^(٣٩)

(بقرہ، آیت ۲۶۸)

شیطان تم سے فقر و خوف کا وعدہ کرتا ہے اور تمھیں برے
کاموں اور بخیلی کا حکم دیتا ہے جب کہ خداوند عالم تم سے
مغفرت اور فضل و کرم کا وعدہ کرتا ہے خدائی رحمت بہت
وسيع ہے اور وہ ساری باتوں کا علم رکھتا ہے۔

یہ میں شیطان کے بعض اہم کام۔ اگر ہم اپنے شمن کو پہچان لیں
اپنے مرض کی تشخیص کر لیں تو علاج آسان ہو جائے گا اس کی شاخت اس
سے مقابلہ کرنے کا ہنر سکھا دے گی اور اس پر کامیابی کو آسان کر دے گی۔
شیطان جہاں اس قدر طاقتور ہے ہر طرف سے حملہ کر سکتا ہے۔

ہمارے خون میں دوڑ سکتا ہے ہمارے دلوں میں وسو سے ایجاد کر سکتا ہے۔
 برے اعمال کو خوب سجا کر اچھا بنا کر پیش کر سکتا ہے ہمیں اس طرح کے
 کاموں کی طرف راغب کر سکتا ہے ہم سے طرح طرح کے وعدہ کر سکتا ہے
 ہمارے راستہ صراط مستقیم پر جم کر بیٹھ سکتا ہے..... ان تمام ترباتوں کے
 باوجود خدا فرماتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ
 كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الظَّاغُوتِ فَقَاتَلُوا
 أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَنِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَنِ كَانَ
 ضَعِيفًا ﴿٦﴾

(سورہ نساء، آیت ۷۶)

صاحبان ایمان اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور کافر
 طاغوت کے لیے لڑتے ہیں شیطان کے دوستوں سے
 مانند والوں سے جم کر جنگ کرو اور یاد رکھو شیطان کا
 مکروہ ریب اس کی ساری چالیں نہایت کمزور ہیں۔

مسلمان اور دشمنان اسلام کے درمیان جنگ کا معاملہ ہے شیطان
 مختلف انداز سے مسلمانوں کو ڈراتا ہے خوف زدہ کرتا ہے۔ دشمنان اسلام کی
 طاقت ان کے لشکر کی کثرت میدان جنگ میں ان کی مہارت کی باتیں
 کر کے مسلمانوں کو خوف زدہ اور ہراساں کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں

خداوند عالم فرماتا ہے:

وَمَا يَعْدُهُمُ الشَّيْطَنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٣﴾

(سورہ بنی اسرائیل، آیت ۶۳)

شیطان کے تمام وعدہ مس دھوکہ اور فریب ہیں۔

علاج

یہ سب تو شیطان کے مکرو فریب اور اس کے کمزور ہونے کی باتیں تھیں لیکن ہم اس قدر قوی اور طاقتور ہیں ہیں کہ ہر وقت شیطان کی تمام چالوں کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور اس سے پر ہیز کر سکیں۔

قرآن کریم نے اس قدر عظیم وقوی اور کھلے ہوئے دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے ہمارے لیے کئی راستہ معین کئے ہیں یہاں اختصار کے پیش نظر صرف دور استوں کا تذکرہ کرتے ہیں یہ دونوں راستے نہایت موثر اور معتبر ہیں یہ وہ مجرب دوائیں ہیں جو تمام شیطانی امراض کا تیرہ بہدف علاج ہیں۔
ایک ”استعاذه“ دوسرے ”عبادت“۔

الف_ استعاذه

استعاذه یعنی خدا کی بارگاہ میں پناہ طلب کرنا۔ اگر خدا کسی کو پناہ دے دے تو کسی کی کیا مجال کہ اس کا بال بھی پیکا کر سکے۔ اس سلسلہ میں چند آیتیں

پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱. وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَتِ الشَّيْطَانُ^{۴۰}
وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ^{۴۱}

(سورة مومون، آیات ۶۷-۶۸)

اے پیغمبر آپ اس طرح دعا کریں۔ خدا یا میں تیرے
ذریعہ شیطانی و موسوی سے پناہ مانگتا ہوں اور خدا یا
تیری بارگاہ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین
میری بزم میں اور جسم میں حاضر ہوں۔

۲. فَإِذَا قَرَأَتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِنْ بِإِلَهِكُمْ مِنْ
الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ^{۴۲}

(سورہ نحل، آیت ۹۸)

جب قرآن کریم کی تلاوت کریں تو خدا کے ذریعہ
شیطان رجیم سے پناہ طلب کریں۔

۳. وَإِمَّا يَرْغَبَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَنِ نَرْغُ فَاسْتَعِنْ
بِإِلَهِكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلَيْهِمْ^{۴۳}

(سورہ اعراف، آیت ۲۰۰)

جب تمہارے دل میں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ
اور خلش پیدا ہو تو خدا سے پناہ طلب کرو وہ بہت زیادہ
سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔

حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد
اور جبریل امین کے ذریعہ خداوند عالم کی یہ بات نقل کی ہے۔

**کَلِمَةُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حِصْنِي وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي
أَمِنَ مِنْ عَذَابِي**

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ
میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔ ایک مستحکم اور مضبوط قلعہ میں داخل ہونے کا
مطلوب ہی ہر طرح کے خطرات اور حالات سے محفوظ ہو جانا قلعہ توحید سے زیادہ
مستحکم اور کوئی قلعہ نہیں ہے اور خدا سے بڑھ کر کوئی محافظ نہیں ہے لہذا جو اس
مستحکم قلعہ میں داخل ہو گیا اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ایک شیطان کیا
ساری شیطانی طاقتیں بھی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی ہیں لیکن اس قلعہ میں ہر
ایک داخل نہیں ہو سکتا اس کی ایک شرط ہے اور وہ ولایت اہل بیت علیہم السلام جس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

**لَكِنْ إِشْرُوْطِهَا وَأَنَا مِنْ شُرُوْطِهَا
لَيْكَنْ كَجْهَشِرْطُوْنَ كَسَاطَهَ اُوْرَمِيْنَ مِنْ اسَ كَإِيكَ شَرَطَ
هُولَيْعَنِي مِيرِي اِمامَتَ اُوْرَلَاهِيَتَ كَاعَقِيدَهَ**

ایک دوسری حدیث قدسی میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

**وَلَاهِيَةُ عَلَيِّ بُنِي أَبِي طَالِبٍ حِصْنِي وَمَنْ دَخَلَ
حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي**

علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ
میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

لہذا ہر طرح کے شیطانی وسوسوں، حملوں، خیالات و افکار سے محفوظ
رہنے کا معتبر ترین اور مستند ترین ذریعہ خداوند عالم کی بارگاہ میں پناہ لینا ہے۔
خداوند عالم کی بارگاہ میں پناہ لینے کا واحد راستہ علی بن ابی طالب علیہ السلام اور
اہل بیت علیہم السلام کی ولایت و امامت کا اعتقاد و اعتراف ہے۔ اسی
عقلی کی ایک کڑی حضرت حجۃ بن احسان الحسکری امام زمانہ علیہ السلام
کی ذات با برکت ہے۔ اس وقت شیطانی حربوں، وسوسوں، حملوں..... سے
محفوظ رہنے کا واحد راستہ خدا کی توحید کے مستحکم قلعہ میں داخل ہونا ہے اور اس
مستحکم قلعہ میں داخل ہونے کا واحد معتبر و مستند راستہ امام زمانہ، ولی عصر،
قطب عالم امکان، ولی زمان، نماینده حمن حضرت حجۃ بن احسان الحسکری علیہ
السلام اور احنافہ کی ولایت و امامت کا عقیدہ و ایمان ہے۔ یہ اسی سایہ
ولایت و امامت کا اثر ہے کہ شیعہ قوم بہت سی ایسی برایوں اور لغتوں سے
محفوظ ہے جیسیں دوسری اقوام گرفتار ہیں۔

یہ بات گذر چکی ہے شیطان ہمارا کھلا ہوا جانی دشمن ہے وہ خون کی
طرح ہماری رگ و پے میں جاری و ساری ہے لا شعوری طور پر ہمارے شعور
واحساسات پر مسلط ہے۔ طرح طرح کے وسوسوں سے ہماری فنکرو خیالات کو

متاثر کرتا رہتا ہے۔

خداوند عالم نے اہل بیت علیہم السلام کی صورت میں ہم لوگوں کو وہ گرانقد نعمت عظیم عطا فرمائی ہے جس نے ہر ہر قدم پر ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ دین اور دنیا کا وہ کون سا میدان اور مسئلہ ہے جہاں ان کی واضح ہدایات اور رہنمائیاں موجود نہ ہوں۔ دوسرے مسائل کی طرح اخلاقیات کے میدان میں ان کی رہنمائیاں بے مثال و بے نظیر یہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے دعاؤں کی شکل میں جو گرانقد رخانہ صحیفہ سجادیہ کی صورت میں انسانیت کو عطا کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اس عظیم خزانہ میں ایک نہایت عظیم خزانہ دعائے مکارم الاخلاق ہے۔ اخلاق کے دو پہلو یہیں ایک ”حسن اخلاق“، دوسرے ”مکارم اخلاق“۔ حسن اخلاق یعنی اچھائی کا جواب اچھائی سے دینا۔ لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، عیادت کرنا، تحفہ دینا..... مکارم اخلاق۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینا۔ کالی کے بد لے دعا دینا، قلع رحم کے مقابلہ میں صلمہ رحم کرنا، غیبت کا جواب مرح و ثنا سے دینا وغیرہ۔ یہ دعائے مکارم اخلاق ہے۔ ماہ رمضان کی مقدس راتوں میں اس دعا کے پڑھنے کی سفارش کی گئی ہے۔ عام دنوں میں بھی اس کا پڑھنا خاص اثر رکھتا ہے۔

خدا کی بارگاہ میں یہ دعا اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ حسن اخلاق ہو

یامکارم اخلاق خداوند کریم کی عنایتوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ خدا مقلوب
القلوب ہے وہی دلوں کی حالت بدل سکتا ہے۔ حسن اخلاق یامکارم اخلاق
عام رزق نہیں ہے جو خدا ہر ایک کو بلا مانگ تقسیم کرتا رہے بلکہ یہ اس کے اولیا
سے مخصوص صفات ہیں جو خدا ان لوگوں کو مرحمت فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ
میں گڑگڑا کر مانگتے ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام کو واسطہ قرار دے کر اس کی
بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔ یہاں اس عظیم دعا کے چند جملہ مناسبت سے نقل
کر رہے ہیں:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِي رُوعِيٍّ مِنْ

الشَّرِّيْغِ وَالثَّكْلِيْغِ وَالْحَسِّيْدِ

خدا یا شیطان جو میری روح میں تناہی اور حسد ایجاد
کرے۔

لغت میں ”روح“، ”عقل“ اور ”قلب“ کو کہتے ہیں یعنی جو باتیں شیطان
میری روح اور قلب میں ڈالے۔ امام علیہ السلام نے دعا کے اس فقرے
میں تقریباً تین بیان فرمائی ہیں جو شیطان ہماری روح میں ڈالتا ہے۔
خداوند عالم نے انسان کو کچھ اس طرح پیدا کیا ہے اس کے ذہن
میں جوبات ڈالی جاتی ہے اس کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ قبولیت خدا کی ایک
نعمت ہے بشرط یہ کہ صحیح سمت میں کام آئے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے

ہیں:

حَقٌّ عَلَى الْعَاقِلِ أَنْ يُضَيِّفَ إِلَى رَأْيِهِ رَأْيٍ
الْعُقَلَاءِ وَيَجْمِعَ إِلَى عِلْمِهِ عُلُومَ الْحُكْمَاءِ.

(غراجم، ص ۳۸۲)

عقلمند کے لیے مناسب ہے کہ وہ دوسرے عقلمندوں کی
راتے سے اپنی رائے میں اضافہ کرے اور دوسرے
علماء کے علم کو اپنے علم میں شامل کرے۔

دین اسلام دین جامد اور خشک نہیں ہے بلکہ دین ترقی و تکامل ہے
وہ رسول کی اچھی رائے کا احترام کرتا ہے۔ دین اسلام جہاں اچھی رائے
اور اچھے لوگوں کا احترام کرتا ہے وہاں بداخل اور شریروں کے دور ہنے کا
بھی حکم دیتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا تَصْحِبِ الشَّرِيرَ فَإِنَّ طَبَاعَكَ يَشَرِّقُ مِنْ
طَبَعِهِ وَأَنْتَ لَا تَعْلَمُ

(شرح نجح البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۸۲)

شریروں اور خراب لوگوں کے ساتھ مت رہو ورنہ تمہاری
عادت ان کی خراب عادت سے متاثر ہوگی اور تم کو اس کا
احساس تک نہ ہو گا۔

ایک اور حدیث میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل
کرتے ہیں:

اے علیؑ بھی ڈرپوک اور بزدل سے مشورہ مت کرنا وہ
تمہارے لیے نکلنے کے راستوں کو تگ کرے گا بخیل
اور کنجوس سے بھی مشورہ مت کرنا وہ تم کو ترقی اور بلندی
سے روک دے گا حر یص اور لاچی سے مشورہ مت کرنا یہ
برائیوں کو اچھائی بنائے کر پیش کرے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے انسان دوسروں کی باتوں سے متاثر ہوتا

ہے۔

انسان کے قلب و فکر میں یہ دو طرح کے القابات ہوتے ہیں۔
ایک شیطانی دوسرے رحمانی۔ ہر دو فکر و خیال جو خدا اور رسول کی مرضی کے
مطابق نہ ہو وہ شیطانی القاء ہے جس کا نتیجہ انسان کی تنسزی اور سقوط ہے۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا کے اس فقرہ میں تین شیطانی
القاء کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کے علاج کے لیے تین رحمانی القابات بھی
بیان فرمائے ہیں۔

شیطانی القابات: ۱۔ تمنا ۲۔ بدگمانی ۳۔ حسد

۱۔ تمنا: دمیں پسندیدہ چیزوں اور باتوں کا تذکرہ کرنا، خواہ عملی ہو یا
عملی نہ ہو۔ یہ تمنا اور امید بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ امید ہے جس کی بستا پر
کسان گھبیتی کرتا ہے۔ طالب علم محنت کرتا، تاج بر سر مایہ لگاتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا

کارو بار انسانی ٹھپ ہو جاتے اور کوئی کام نہ کرے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں:

امید میری امت کے لیے رحمت ہے اگر امید نہ ہو تو کوئی
مال اپنے بچوں دو دھنے پلانے اور کوئی کسان دانہ نہ
ڈالے۔

(سفیہۃ البخاری، ج ۱، ص ۳۰)

اس طرح کی امید رکھنا اچھا ہے اور موثر ہے لیکن ایک امید و آرزو وہ
ہے جو آج کل نسل جدید میں راجح ہے جس کی غاطروہ اپنی عمر کا گرانقدر سرما یہ
ضمان کر رہے ہیں اور وہ سرما یہ ضمانت کر رہے ہیں جو کبھی دوبارہ حاصل
ہونے والا نہیں ہے وہ بغیر پڑھے لکھے عالم فاضل انجینئر ڈاکٹر غیرہ بننا
چاہتے ہیں۔ بڑے بڑے منصب پر فائز ہونا چاہتے ہیں اپنے خیالات کی دنیا
میں حکومت سجا کر حکمرانی کرنا چاہتے بغیر کسی محنت و مشقت کے تا جرثرو تمند ہونا
چاہتے ہیں۔ اس طرح کی بے بنیاد امیدوں میں اپنی زندگی کا بہترین سرما یہ
بر باد کردیتے ہیں پھر ساری زندگی کی بد نیتی، پریشانی ذلت و رسائی خرید لیتے
ہیں۔ خود بھی مصیبت میں ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی مصیبت بنتے
ہیں۔ قرآن کریم اس طرح کی امید و آرزو رکھنے والوں کے بارے میں بیان
فرماتا ہے:

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُوَدًا أَوْ

نَصْرٍ يٰ طِلْكَ أَمَانٍ يُهْمِدُ قُلْ هَا تُوا بُرْهَانَكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ ^(۱۱)

(سورہ بقرہ، آیت ۱۱۱)

اور وہ کہتے ہیں جنت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا ہے مگر
صرف یہودی اور عیسائی۔ یہ بس ان کی امید و آرزو
ہے۔ آپ ان سے فرمادیں اگر تم پچھے ہو تو کوئی دلیل
پیش کرو۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:
الْأَمْلُ سُلْطَانُ الشَّيَاطِينِ عَلَى قُلُوبِ
الْغَافِلِينَ

(غرس، ص ۲۱)

غیر معقول امید میں غافلوں کے دل پر شیاطین کی
حکومت ہے۔

جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کو امید و آرزو سے جنت نہیں مل
سکتی اسی طرح ایک نوجوان و جوان کو صرف امید و آرزو سے بلند درجات
نصیب نہیں ہو سکتے ہیں۔

یہ شیطانی القاتات ہمارے بس میں نہیں ہیں لیکن حضرت امام
زین العابدین علیہ السلام نے اس کا اعلان یہ بیان فرمایا ہے:

ذکر الْعَظِيمَتِك

جب شیطان اس طرح کے خیالات ہمارے ذہن میں ڈال دے
اور ہم لمبی آرزوؤں میں گرفتار ہو جائیں تو اس کا علاج خداوند عالم کی
عظمتوں کو یاد کرنا ہے۔

ذکر خدا بھی زبانی ہے جیسے زبان سے سبحان اللہ۔ الحمد لله
وغیرہ کہنا اور بھی ذکر قلبی ہے دل سے خدا کو یاد رکھنا۔ حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں:

خداوند عالم نے سخت ترین جو چیز جو لوگوں پر واجب و
فرض کی ہے وہ زیادہ سے زیادہ خدا کا ذکر کرنا ہے۔ خدا کا
ذکر صرف سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا اللہ
واللہ اکبر نہیں ہے گرچہ یہ بھی ذکر خدا ہے۔ میری
مراد ذکر خدا سے حلال و حرام کے وقت خدا کو یاد کرنا۔
اگرچہ اساعت کا موقع ہے تو عمل کرنا اور اگر گرگناہ ہے تو
پڑھیز کرنا۔

(وسائل، ج ۷، ص ۲۰)

جب ذہن شیطانی القنات سے متاثر ہو رہا ہو اس وقت انسان کی
ذمہ داری ہے خدا کی عظمتوں کے بارے میں غور فنکر کرے ورنہ یہ لمبی لمبی
آرزوئیں انسان کو حقیقت سے انداھا کر دیتی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام

فرماتے ہیں:

آلَّا مَانِيْتُ تَعْيَيْنَ عُيُونَ الْبَصَائِرِ

(میزان الحکم، ج ۱ ص ۱۳۱)

امیدیں دل کی آنکھوں کو انداز کر دیتی ہیں۔

آج کی نسل جوان کا ایک اہم مسئلہ یہی ہے بنیاد خیالات ہیں یہی غیر معقول امیدیں۔ اگر صرف امیدوں سے سب کچھ حاصل ہو سکتا ہوتا تو آج تمام جوان عالم، فاضل، انجینئر، ڈاکٹر ہوتے ہر ایک بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوتے، ہر ایک بڑے بڑے سرمایہ دار ہوتے۔ ذرا نظام کا تناث پر ایک نظر ڈالو۔ کیا کسان کی صرف امید و آرزو سے کھیت لہلہ سانے لگتے ہیں اور باغ پھلوں سے لد جاتے ہیں یا سب کے لیے مناسب زحمت و محنت کرنا پڑتی ہے۔ پھر کہیں جا کر محنت ثمر آور ہوتی ہے۔

بدگمانی

شیطان کا دوسرا القاء بدگمانی ہے۔ یہ بدگمانی واقعاً بہت بڑی آفت ہے۔ اسلام میں حسن ظن کو پسند کیا گیا اور رسوئی، یعنی بدگمانی سے منع کیا گیا ہے۔

بھی بدگمانی معقول وجہ سے ہوتی ہے جیسے کسی کو برابر شراب خانہ میں آتے جاتے دیکھ کر بدگمان ہو جانا۔ مسلسل غلط لوگوں کے ساتھ دوستی دیکھ

کر بدگمان ہو جانا۔ لیکن بھی ایسا ہوتا ہے اگر پوچھا جائے تھاری بدگمانی کی وجہ کیا ہے تو کوئی معقول جواب نہیں ہوتا ہے کسی نے فون کا جواب نہیں دیا تو بدگمان ہو گئے کسی نے ہماری توقع کے مطابق ہمارا احترام نہیں کیا تو بدگمان ہو گئے کسی نے ہمارے مسائل میں ہمارا ساتھ نہیں دیا تو بدگمان ہو گئے۔

اس طرح کی بدگانیوں کا پہلا اثر خود انسان پر پڑتا ہے اس کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے، سکون قلب و حشت ہو جاتا ہے۔ صمیمی دوست مشکوک ہو جاتے ہیں۔

وہ بات سارے فناہ میں جس کا ذکر تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گذری ہے
اہل بیت علیہم السلام نے ”حسن ظن“ کو سراہا ہے اور سوء ظن سے منع کیا ہے۔

حضرت امام محمد تقیٰ علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔

هُجَالَسْتُ الْأَشْرَارِ تُورِثُ سُوءَ الظَّنِّ بِالْأَخْيَارِ
(عیون اخبار رضا)

شری اور برے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بلیختنا نیک لوگوں سے بدگمانی کا سبب ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ عَرَضَ نَفْسَهُ لِلَّهِ تَهْمَةً فَلَا يَلُوْمَنَّ مَنْ أَسَاءَ
بِهِ الظَّنَّ

(جامع السعادات، ج ۱، ص ۲۸۳)

چونچ خود کو تهمت کی بجگہ قرار دیتا ہے اگر لوگ اس کے
بارے میں بدگمانی رکھیں تو خود اپنے آپ کی ملامت
کرے۔

اہل بیت علیہم السلام نے سوئٹن سے منع کیا ہے اور حسن ٹلن کی تاکید
کی ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اپنے بھائی کی باتوں کو بہترین جگہ پر قرار دو مگر حالات
کچھ ایسے ہوں کہ اس کی صحیح توجیہ ممکن نہ ہو۔ اگر تھارے
بھائی کی زبان سے کوئی غلط جملہ نکلے تو اس کو صحیح معنی
دو۔ اس کا غلط مفہوم مت نکالو۔

(کافی، ج ۲، ص ۳۶۲)

قدرت خداوندی پر نظر

خدا یا شیطان میرے ذہن میں جو بدگمانیاں ایجاد کرے اس وقت
مجھ پر یہ احسان کر میں بدگمانی کاشکار ہونے کے بجائے تیری قدرت کے

بارے میں فکر کروں۔ خدا تو خراب چیزوں کو اپنی چیزوں میں بدل دیتا ہے۔ خدا کھاد کو پھول بنادیتا ہے۔ خون کو دودھ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ نطفہ کو انسان بنادیتا ہے۔ تو کم از کم میری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں کی غلط باتوں کو اپنے معانی عطا کروں۔ نہ کہ مزید بدگمانی کا شکار ہو کر خود کو مضطرب کروں۔

حد

حد بہت بری لعنت ہے۔ حد کا مطلب یہ ہے اپنے کسی بھائی یا کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر دل میں جلن محسوس کرے اور چاہے کہ یہ نعمت اس سے سلب ہو جائے۔

اگر انسان غور کرے انسان کس بات پر جلن محسوس کر رہا ہے۔ اگر خداوند عالم نے اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت دی ہے کوئی عورت و منزلت دی ہے اب اگر انسان یہ چاہے کہ یہ نعمت و منزلت اس سے سلب ہو جائے تو کیا یہ خدا کی عنایتوں پر اعتراض نہیں ہے۔ کیا دل میں یہ محسوس نہیں کرتا کہ معاذ اللہ خدا نے اس کو بلا وجہ یہ نعمت دی ہے۔ کیا خدا کے فیصلہ پر اعتراض کرنا ایمان کا تقاضا ہے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ الْحَسَدَ يَاكُلُ الْإِيمَانَ كَمَا تَاكُلُ النَّارُ
الْحَسْدُ

(کافی، ج ۲، ص ۳۰۶)

حد ایمان کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ
سوچی لکڑی کو راکھ کر دیتی ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام فرماتے ہیں:
أَخَاسِدُ يَزِيْدٍ أَنَّ زَوَالَ النِّعْمَةِ عَمَّنْ يَجْسُدُهُ
نِعْمَةٌ عَلَيْهِ.

(غزر، ص ۶۷)

حامد یہ احساس کرتا ہے محدود سے نعمت کا زائل ہو جانا ہے
خود اس کے لیے ایک نعمت ہے۔

اس محدود کی نعمت کو زائل کرنے کے لیے حامد کیا کیا نہیں کرتا۔ کیا
کیا شکایت نہیں کرتا۔ کیا کیا برائی اور غیبت نہیں کرتا۔ حامد کا یہ طرزِ تفکر خدا کے
فیصلہ پر اعتراض ہے۔ جناب زکر یا علیہ السلام نے خداوند عالم کا یہ قول نقل
فرمایا ہے:

الْحَامِدُ عَدُوُ نِعْمَتِي مَتَسْخَطُ لِفَعْلِي غَيْرِ راضٍ

بِقَسْمِي

(مجتبی البیضاوی، ج ۵، ص ۳۳۶)

حامد میری نعمتوں کا دشمن ہے میرے فیصلہ سے ناراض

ہے میں نے اپنے بندوں کے درمیان جو تقسیم کیا ہے
اس سے وہ خوش نہیں ہے۔

ہم یہ نہیں دیکھتے دوسرا اس منزل و مقام پر کس طرح پہنچا۔
پڑھائی کے زمانہ میں کس قدر محنت کی، کس قدر تکلیف میں برداشت کی، گھر
سے، وطن سے، والدین سے دوری اختیار کی۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کی۔
کس قدر سمجھیگی اور دل لگا کر کام کیا۔ ذمہ دار یوں کوپورا کیا تب اس منزل پر
پہنچا۔ خوب غور فکر سے راستہ کا انتخاب کیا۔ جذباتی فیصلوں پر عقل کے فیصلے
کو ترجیح دی۔ تو یہ مقام حاصل ہوا ہے۔

جب کہ ہم نے زندگی کا یہ زمانہ کھیل کو دیں۔ راحت و آرام میں
بے جا جذباتی مجتوں میں..... گزار دیا۔ نہ دل لگا کر پڑھا اور نہ سمجھیگی سے کوئی
کام کیا۔ اس پر ان کھنڈ روں کی بوسیدہ روایتوں کے تذکرہ پر گزار دیا ہے۔
محسود نے جنم کر محنت کی خدائے برکت دی، ذمہ داری کے
احساس نے پروان چڑھایا۔ اب یہ رسول کی محنت حاصل کے حد سے دور
ہونے والی نہیں ہے۔ حاصل اپنے حمد سے خود اپنے لیے اضطراب اور تکلیف
اسباب فراہم کرتا ہے خود اپنی زندگی کو عذاب درونی میں مبتلا کرتا ہے۔

دشمن خدا پر کامیابی کی فکر

اگر حاصل کو نعمت کے زائل ہونے کی فکر ہے تو یہ فکر خدا کے دشمنوں کے خلاف کرے کس طرح ان کی سازشوں کو ناکام کرے۔ فکر کرے دشمنان اسلام کو کس طرح ناکام کرے۔ غور کرے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے چاہئے والوں کے خلاف دنیا کیا کر رہی ہے کس طرح نوجوان اور جوان ذہن کو مشکوک و متنازع کر رہی ہے۔ کس طرح نسل جدید ظاہری عمل میں مضبوط اور عقیدہ میں کمزور ہو رہی ہے کس طرح ولایت و امامت کی اہمیت کو کم کیا جا رہا ہے..... اپنا وقت ان باتوں میں صرف کرے۔

اگر کوئی بچہ نہ کی لٹ میں گرفتار ہے اس کو کس طرح اس لعنت سے نجات دلائے۔ بد اخلاق لوگوں کو کس طرح بد اخلاق بنائے۔ بے روزگاروں کو کس طرح روزگار فراہم کرائے اسکوں وکانچ چھوڑ دینے والوں کو کس طرح دوبارہ تعلیم کے راستہ پر لگائے۔ قوم کو کس طرح مزید اور مزید ترقی کے راستہ پر لگائے۔

عزیزو! وقت ایک گرانقدر سرمایہ ہے اس کو حد میں اضطراب میں خرچ کرو گے تو باد ہو جاؤ گے شرمندی اور ذلت کا سبب ہو گا۔ اس وقت کو دین اسلام کی سر بلندی میں دشمنان اسلام کی سر کوبی قوم کی ترقی، نوجوانوں جوانوں کی اصلاح..... میں خرچ کرو گے تو اس قدر قیمتی ہو جائے

گا کہ ملائکہ تم پر فخر و مبارکات کریں گے جب وقت اتھے کاموں میں استعمال
ہو گا دل کو سکون، قلب کو طینان، ذہن کو راحت نصیب ہو گی۔ پر سکون ذہن
مثبت فکر کرتا ہے۔

اب یہ ہماری ذمہ داری ہے ہم حمد کر کے اپنی زندگی بر باد کریں یا
مثبت فکر کر کے اپنی زندگی کو باوقار بنائیں۔

شیطانی اسلحہ

وَمَا أَجْرَى عَلٰى لِسَانِي مِنْ لَفْظَةٍ فُخِّشَ أَوْ هُجِّرَ أَوْ
شُتُّمْ عِرْضٌ أَوْ شَهَادَةٌ بَاطِلٌ أَوْ اغْتِيَابٌ
مُؤْمِنٌ غَائِبٌ أَوْ سَبٌ حَاضِرٌ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خدا کی بارگاہ میں شیطان
کے تین القاتاں کے بعد شیطان کے اور حربوں اور اسلحوں کا ذکر فرمائے ہے
یہ گویا تین گذشتہ القاتاں۔ امید بدگمانی اور حسد ان چھ باتوں کا مقدمہ قرار
پاتے ہیں۔

۱۔ فخش گالی، ۲۔ کلام قبیح، ۳۔ دوسروں کی آبرو لینا، ۴۔ باطل کی
گواہی دینا، ۵۔ مومن کی غلیبت کرنا، ۶۔ حاضر مومن کو گالی دینا وغیرہ
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آج سے چودہ سو برس

پہلے اس بات کی طرف متوجہ کیا شیطان ہم سے کیا کیا کام لے سکتا ہے۔ کام شیطان لیتا ہے بدنام ہم ہوتے ہیں۔ دوسروں کی خاطر خود کو بدنام کرانا، خراب کرنا کیا عقائدی ہے؟ ذیل میں ان باتوں کی مختصر وضاحت کرتے ہیں۔

الفحش

لغت میں فحش کی اس طرح تعریف کی گئی ہے 'فحش، فحشاء، فاحشہ: وہ کام وہ عمل وہ قول وہ بات جو بہت زیادہ نجح ہو، بری ہو۔' یہاں امام علیہ السلام نے دو لفظ اور استعمال فرمائے ہیں مَا أَجْرَى عَلٰى لِسَانِي مِنْ لَفْظَةِ فُحْشٍ ایک لسان (زبان) دوسرے لفظ یعنی تہاری زبان پر یہ الفاظ جاری کراتا ہے زبان ہماری ہوتی ہے الفاظ شیطان کے ہوتے ہیں۔

اہل بیت علیہم السلام نے فحش کو بہت برا قرار دیا ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ شَرَّ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ تُكَرِّهُ مُجَالَسَتُهُ لِفُحْشِهِ
(کافی، ج ۲، ص ۳۲۵)

بندگان خدا میں بدترین شخص وہ ہے جس کی بذبانی کے

خوف سے لوگ اس کے پاس نہ جاتے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَ
النَّفَحَشَ

(مجید البیناء، ج ۵، ص ۲۱۵)

ناپسندیدہ اور بری با توں سے دوری اختیار کرو یونکہ
خداوند عالم نہ فحش کو پسند کرتا ہے اور فحش نمائی کو پسند کرتا
ہے۔

نہ بری بات کرو اور نہ ہی اس کا قظا ہر کرو۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلَى كُلِّ فَقَائِشِ بَذِيلٍ قَلِيلٍ
الْحَيَاةِ لَا يُبَالِي مَا قَالَ وَلَا مَا قَيَّلَ لَهُ

(تحف العقول، ص ۳ و ۴)

خداوند عالم نے اس شخص کے لیے جنت حرام کر دی ہے
جس کی زبان خراب ہے اس کو نہ پروادا ہے کہ کیا کہہ رہا
ہے اور نہ یہ خیال ہے لوگ اس کے بارے میں کیا کہہ
رسہے ہیں۔

ہم تمام لوگ ذرا غور سے دیکھیں اور اپنی روزمرہ کی زندگی کا جائزہ

لیں۔

سمامہ کا بیان ہے: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے مجھے دیکھ کر خود سے فرمایا: اے سماء تھارے اور تمہارے اونٹ کی دیکھ ریکھ کرنے والے کے درمیان کیا ہوا؟ دیکھو تم ہرگز بذبانی مت کرو، فجاش چیخامت کرو اور بہت زیادہ ایک دوسرے پر لعنت مت پھینو۔

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا خدا کی قسم اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس نے تم پر ظلم کیا ہے اس سے تمہارا فائدہ ہوا ہے۔ دیکھو اس طرح کے کام ہماری روشن نہیں ہے اور نہ میں اپنے شیعوں کو اس بات کا حکم دیتا ہوں۔ استغفار کرو اور آئندہ بھی ایسا کام نہ کرو۔

میں نے امام کے سامنے استغفار کیا اور یہ طے کیا آئندہ اس طرح نہیں کروں گا۔

(کافی، ج ۲، جس ۳۳۶)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے اہل بیت علیہم السلام کو جب ان لوگوں کے ساتھ بذبانی اور بدکلامی گوارا نہیں ہے جو ظلم کرتے ہیں تو بلا وجہ کسی

کے ساتھ بذبانی اور بدکلامی سے پیش آنا کیونکر ان حضرات کو پسند ہو گا اس طرح کی گناہوں کے امام نے دو علاج بیان فرمائے ہیں ایک استغفار دوسرے پھر آئندہ بھی نہ کرنے کا عہد و بیان۔

۲۔ او ہجر

الْهَجْرُ: الْكَلَامُ الْقَبِيْحُ

بری بات بر اکلام

وہ بات جس کے قبیح ہونے کی بنا پر شریف لوگ استعمال نہ کرتے ہوں اس کو چھوڑ کلے ہوں کہتے ہیں اس نے ہجر کیا۔ یعنی جان بو جھ کر یہ قبیح کلام زبان پر جاری کیا۔ بھی یہماری کی شدت کی بنا پر مریض اس طرح کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ کچھ لوگ جسمانی طور پر صحت مند ہوتے ہیں لیکن اخلاقی اور معنوی طور پر مریض ہوتے ہیں۔ بھی غلط ماحول بد اخلاق افراد کی دوستی اس طرح کے اخلاقی مرض میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو شیطان اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے اور قاعدہ سے استعمال کرتا ہے۔ کہتے ہیں تلوار کا زخم بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم نہیں بھرتا۔ دین اسلام نے غم و مصیبت میں بھی اس طرح کے الفاظ کے استعمال کی اجازت نہیں دی ہے۔ کسی کو دیوانہ، بے عقل کہنا یہ سب ہجر کی قسمیں ہیں۔

۳۔ شتم عرض

عرض یعنی جس کی مدح یا مذمت کی جائے خواہ اس کی ذات سے متعلق ہو یا اس کے خاندان سے متعلق ہو یا اس سے مربوط افراد سے متعلق

ہو۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ یعنی زندگی کے آخری ایام میں اہم باتیں:

آئِهَا النَّاسُ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ إِلَى أَنْ تَلْقَوَ رَبَّكُمْ كَحْرُمَةٌ يَوْمٌ كُمْ هَذَا فِي بَلَدٍ كُمْ هَذَا

(تحن العقول، ص ۳۱)

اے لوگو، تمہاری جان تمہارا خون تمہارا مال تمہاری عربت و آبرو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہے اس دن اور اس شہر کی حرمت کی طرح۔

یعنی جس طرح اس مقدس شہر کا احترام تم پر واجب ہے اسی طرح ایک دوسرے کا خون، مال اور عربت و آبرو کا احترام تم پر واجب ہے جس طرح ایک قطرہ خون بھانا حرام ہے اسی طرح ذرا سی بھی کسی کی عربت و آبرو کو متاثر کرنا حرام ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:
 جو یہ کر سکتا ہے کہ خداوند اعلم سے اس حالت میں
 ملاقات کرے اس کا دامن مسلمانوں کے خون اور ان
 کے مال سے پاک ہو اور اس کی زبان مسلمانوں کی
 عزت و آبرو سے پاک صاف ہو تو اس کو ضرور کرنا
 چاہیے۔

(نیج ابلاغہ صحیح مسلم بخطبہ ۱۷۶)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصیت پھوٹھانے میں ابو جہل
 اور اس کا بیٹا عکرمہ آگے تھا ابو جہل اسلام کی شمنی میں مارا گیا اس کا بیٹا
 عکرمہ بھی اسلام شمنی میں کم نہیں تھا۔ اسلامی تعلیمات کے تعلق سے اب یہ
 داستان ملاحظہ فرمائیں:

ایک مرتبہ عکرمہ دریا کا سفر کر رہا تھا دریائی طوفان میں
 گرفتار ہو گیا نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی اس
 نے خدا سے یہ عہد کیا اگر اس آفت و بلے سے مجھے نجات
 مل گئی تو رسول کے ہاتھوں پر اسلام لے آؤں گا اور
 بیعت کروں گا اللہ نے اس کو نجات دے دی وہ مدینہ
 آیا اور اسلام لا لایا۔ رسول خصلی اللہ علیہ وآلہ واصیت نے اس کو گلے
 لکایا اور اس کا استقبال کیا اور اس کو خوش آمدید کہا۔

مسلمان اس کو دشمن خدا کا فرزند کہہ کر پکارنے لگے یہ خدا
کے دشمن ابو جہل کا بیٹا ہے۔ عکرمہ نے رسول خدا سے
شکایت کی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانوں کو
اس طرح کی باتوں سے منع کیا۔

(سفیہۃ البخار، ج ۲ ص ۲۱۶)

جب دین اسلام ایک دشمن خدا کے فرزند جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا
اس کے ساتھ اس طرح کے بر تاؤ کی اجازت نہیں دیتا تو ایک مرد مومن محب
اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ اس طرح کے بر تاؤ کی کس طرح اجازت دے
سکتا ہے۔

۲۔ باطل گواہی

دین اسلام میں گواہی کی بڑی اہمیت ہے اور گواہی کی صفات و
خصوصیات یہں چاند کی گواہی، طلاق کی گواہی، وصیت کی گواہی، معاملات کی
گواہی، گواہی پر فیصلہ ہوتے ہیں۔ اس گواہی پر حلال و حرام کے موضوعات
ٹے ہوتے ہیں۔ اسلام کا حکم ہے اگر کسی کو گواہی کے لیے بلا یا جائے تو اس کو
انکار نہیں کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی وصیت کر رہا ہے یا کچھ معاملات ٹے
ہو رہے ہیں اور اس وقت گواہ کی ضرورت ہے اور کسی کو گواہ کے طور پر بلا یا

جار ہے تو اس کو جانا چاہیے۔

شہادت باطل یعنی جو چیز نہ ہوئی ہو اس کی گواہی دینا یا جو چیز واقع ہو گئی ہو اس کے واقع نہ ہونے کی گواہی دینا قرآن کریم میں ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجَسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا
قَوْلَ الرُّؤْرِ

نجاست سے اجتناب کرو خواہ بت ہو یا غیر بت اور اسی طرح قول زور سے اجتناب کرو۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں فرمایا:

عَدَلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ إِلَيْهِ لَكُمْ بِاللَّهِ

(تفیر صافی، ص ۳۶۲)

باطل گواہی کو شرک کا ہم پلے قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ شَاهِدَ الزُّورِ لَا يَرُوْلُ قَدْمَةً حَتَّىٰ يُوجِبَ لَهُ

الثَّارَ

(عقاب الاعمال، ص ۳۶۸)

باطل گواہی دینے والا قیامت میں اس وقت تک ایک

قدم نہ اٹھا پائے گا جب تک اس کے لیے جہنم کو واجب

نہ قرار دیا جائے۔

آج کی صورت حال یہ ہے کہ ہم لوگ کسی کے حق میں کسی لائچ کی بنا پر صحیح گواہی دینے سے نکراتے ہیں اور مال و دولت کی غاطر غلط گواہی دے دیتے ہیں عالمی معاملات میں اس طرح کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ غلط گواہی دے کر معاملات بگاڑ دیتے ہیں۔

۵۔ غیبتِ مومن

دعا کے اس فقرے میں شیطان کا ایک اہم کام مومن کی غیبت کرانا ہے۔ یہ سب دل کی یہماریوں کا نتیجہ ہے جب دوسرے مومن کی ترقی اور اس کی آسودگی دیکھی نہیں جاتی ہے تو گناہ کار دل کی تسلی کے لیے غیبت کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اگر کسی معاشرہ میں ہر آدمی ایک دوسرے کی براہیاں ہی بیان کرتا رہے تو معاشرہ میں اچھائیاں کہاں رہ جائیں گے پورا معاشرہ ہی فاسد ہو جائے گا اس فناد کے نہایت مضر اثرات کو مر نظر رکھتے ہوئے اسلام نے غیبت کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے غیبت کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے:

کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟
لوگوں نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت نے

فرمایا:

اپنے بھائی کی وہ باتیں بیان کرنا جو اس کو ناپسند ہیں۔
عرض کیا گیا۔ اگر ہم وہ باتیں بھی بیان کریں جو اس میں
پائی جاتی ہیں؟ فرمایا اگر تم وہ باتیں بیان کر رہے ہو جو
اس میں پائی جاتی ہیں تو تم نے اس کی غیبت کی ہے اور
اگر وہ باتیں بیان کر رہے ہو جو اس میں نہیں پائی جاتی تو
تم تھمت لگا رہے ہو۔

(میزان الحکمة ج ۷ ص ۲۳۸)

غیبت کا تعلق صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ یہ آنکھوں کے
اشارے ہاتھ اور پیرے سے بھی کی جاسکتی ہے ہر وہ قول و فعل جو مومن کی
اذیت کا سبب قرار پاتے۔ عائشہ کی روایت ہے ایک عورت ہمارے گھر میں
آئی جب وہ واپس چلی گئی تو میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا ناٹھی۔ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم نے اس کی غیبت کی ہے۔

(جامع السعادات، ج ۲ ص ۲۸۸)

اہل بیت علیہم السلام نے غیبت کو بہت برا کام قرار دیا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرماتے ہیں:

مَنِ اغْتَابَ مُؤْمِنًا فَكَمَّا قَتَلَ نَفْسًا مُتَعَيِّنًا

(متدرک ابوسائل، ج ۲ ص ۱۰۷)

جس نے مومن کی غیبت کی اس نے عمدًا ایک وقل بیا
ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جناب ابوذر سے فرمایا:
غیبت سے دور رہو۔ غیبت بدکاری سے زیادہ شدید ہے۔
جناب ابوذر نے دریافت کیا یہ کیوں؟ فرمایا جب کوئی
بدکاری کرتا ہے اور توہہ کر لیتا ہے خدا اس کی توہہ قبول
کر لیتا ہے لیکن غیبت کرنے والا اس وقت تک معاف
نہیں کیا جائے گا جب تک وہ معاف نہ کرے جس کی
غیبت کی ہے۔

(لائل الاخبار، ص ۱۰۰۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:
اگر کسی نے مسلم مرد یا مسلمان عورت کی غیبت کی خداوند
عالم چالیس رات چالیس دن تک اس کے نماز و روزہ کو
قول نہیں کرے گا مگر یہ کہ جس کی غیبت کی ہے وہ
معاف کر دے۔

(متدرک ابوسائل، ج ۲ ص ۱۰۶)

اس گناہ میں صرف وہی ذمہ دار نہیں ہے جو غیبت کر رہا ہے بلکہ جو

غیبت سن رہا ہے وہ بھی اس گناہ میں شریک ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

الْمُسْتَيْعِ أَحْدُ الْمُغْتَابِينَ

(مجموعہ ورام)

غیبت سنتے والا بھی غیبت کرنیوالوں میں ایک ہے۔

غیبت کے گناہ کبیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا عملی اثر یہ ہے کہ اس غیبت کرنے والے کے تمام نیک اعمال دوسروں کے نامہ اعمال میں چلے جاتے ہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

ایک شخص کو میدان قیامت میں لاایا جائے گا اس کا نامہ اعمال اس کے ہاتھوں میں دیا جائے گا اس میں اس کی کوئی نیکی نظر نہیں آئے گی وہ کہے گا خدا یا یہ میرا نامہ اعمال نہیں ہے کیونکہ اس میں میری کوئی نیکی واطاعت نظر نہیں آرہی ہے۔ جواب ملے گا۔ خدا بھول اور خطاسے پاک و پاکیزہ ہے غیبت کرنے کی بنابر تہارے تمام نیک اعمال ختم ہو گئے۔

اس کے بعد ایک دوسروں شخص کو لاایا جائے گا اس کو اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ اس میں اس کو بہت ساری نیکیاں نظر آئیں گی وہ کہے گا میں نے اس قدر نیکیاں

انجام نہیں دی میں جواب ملے گا فلاں شخص نے تمہاری
غیبت کی تھی اس کی نیکیاں تمہارے نامہ اعمال میں لکھ
دی گئی میں۔

(میزان الحکم، ج ۷، ص ۳۳۷)

یہ بات کس قدر دردناک ہے زحمت و مشقت سے انعام دیے گئے
نیک اعمال نماز، روزہ، صدقات..... ایک غیبت کی بناء پر ہمارے نامہ
اعمال سے ختم کر کے دوسرے کے نامہ اعمال میں لکھ دئے جائیں اور
اتنے سارے نیک اعمال بغیر محنت و مشقت کے دوسرے کو مل جائیں۔

انسان کبھی حمد کی بناء پر غیبت کرتا ہے کبھی کسی کی ترقی دیکھ کر غیبت
کرتا ہے۔ کبھی کسی کی سماجی حیثیت اور محسوبیت دیکھ کر غیبت کرتا ہے کبھی
غصہ اور انتقام کی بناء پر غیبت کرتا ہے۔ کبھی اپنے عیوب چھپانے کے لیے
غیبت کرتا ہے..... دوسروں کے عیب بیان کر کے اپنے عیوب چھپانا چاہتا
ہے یا اس کی شدت کو کم کرنا چاہتا ہے۔ اور بدترین یہ ہے کہ دوسروں کو خوش
کرنے کے لیے غیبت کرتا ہے۔

اگر کسی سے اس قدر بڑی گناہ سرزد ہو گئی تو اب اس کا علاج کیا

ہے۔

سب سے پہلے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرے استغفار کرے کیونکہ حکم خدا
کی مخالفت کی ہے۔

دوسرے یہ کہ جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگے جس طرح
 دوسرے کو ذلیل کیا ہے خود بھی معافی مانگ کر اپنے نفس کو تکبر و غور سے
 پاک کرے اور احساس نداشت کرے جس کی غیبت کی ہے اگر اس کا
 انتقال ہو گیا ہے تو اس کے حق میں استغفار کرے۔ استغفار اس صورت میں
 بھی نہایت مفید ہے جس کی غیبت کی ہے وہ بہت مغوروں تکبر ہے معلوم ہے
 معاف نہیں کرے گا بلکہ بات اور زیادہ بگڑ جائے گی تو اس صورت میں بھی
 اس کے لیے استغفار کرے اور زیادہ استغفار کرے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:
 اگر کسی نے اپنے بھائی پر قلم کیا ہے اس کی عزت و آبرو
 یامال وغیرہ لیا ہے تو اس سے معافی مانگ لے قبل
 اس کے وہ دن آئے جس دن دینار و درہم کام نہیں
 آئیں گے۔

اس دن اس کی نیکیاں دوسرے کے حساب میں لکھ
 دی جائیں گی اور اگر اس کے نام اعمال میں نیکیاں
 نہیں ہو گی تو دوسرے کی گناہیں اس کے نامہ اعمال
 میں لکھ دی جائیں گی۔

(جامع السعادات، ج ۲، ص ۳۱۰)

ایک تو ہمارے پاس ایسی ہی نیکیاں بہت زیادہ نہیں ہیں اگر یہ

بھی دوسرے کے حساب میں چسلی گئیں تو ہمارا انعام کیا ہو گا ویسے ہی گناہیں
کچھ کم نہیں ہیں اگر دوسروں کی گناہیں بھی ہمارے حساب میں لکھ دی گئیں تو
ہمارا حشر کیا ہو گا۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ ہم غنیمت کرنا بالکل چھوڑ دیں۔

۶۔ آوَسْتِ حَاضِرٍ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے شیطان کا چھٹا کام یہ
بیان کیا ہے اور خدا کی بارگاہ میں اس سے پناہ طلب کی ہے وہ ”گالی دینا“۔
کبھی غصہ اس قدر ہوتا ہے کہ دل کی تسلیکن کے لیے پس پشت
برائی کرتا ہے غنیمت کرتا ہے اور کبھی غصہ اس قدر ہو جاتا ہے کہ سامنے والے کو
گالی دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
إِنَّ أَبْغَضَ خَلْقِ اللَّهِ عَبْدًا اتَّقَى النَّاسُ لِسَانَهُ.
(کافی، ج ۲، ص ۳۲۳)

لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قابل نفرت وہ
شخص ہے جس کی زبان سے لوگ خوفزدہ رہیں۔

ہم اس طرح کے رعب اور خوف کو اپنے لیے ایک امتیاز اور
برائی خیال کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں یہی زبان کی تلخی ہمیں خدا اور

اہل بیت علیہم السلام کی نظر میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیتی ہے۔
 اگر شریف آدمی گالی سن کر خاموش رہے اور پلٹ کر جواب نہ دے تو
 خدا خوش ہوتا ہے اور شیطان حدد رجہ ناراض اور اگر پلٹ کرو وہ بھی گالی دے
 دے تو خدا ناراض ہوتا ہے اور شیطان خوش ہوتا ہے۔ حضرت رسول خدا صلی
 اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں:

أَلْمُتَسَابَاتِنَ شَيْطَانَ يَتَعَاوَيْأَنِ وَيَتَهَا تَرَانِ
 (مجید البیاناء، ج ۵، ص ۲۱۷)

اگر دلوگ ایک دوسرے کو گالی دیں یہ دونوں شیطان
 ہیں ایک دوسرے کی آبروریزی میں ایک دوسرے
 کی مدد کر رہے ہیں۔
 ایک دوسرے کو گالی دینے والے اگرچہ شیطان کے معاون و
 مددگار ہیں ایک دوسرے کی آبروریزی میں برابر کے شریک ہیں مگر جو
 گالی کی ابتدا کرتا ہے اس کا جرم اور گناہ زیادہ ہے۔

حضرت امام موسی بن جعفر علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں:
 أَلْبَادِيٌّ مِنْهُمَا أَظْلَمُهُ وَ وِزْرُهُ وَ وِزْرُ صَاحِبِهِ
 عَلَيْهِ مَا لَمْ يَتَعَدَّ الْمَظْلُومُ.

(مجید البیاناء، ج ۱۱، ص ۱۵۹۲)

جو ابتدا کرتا ہے اس کا قلم اور گناہ زیادہ ہے جب تک کہ

مظلوم اپنے عد سے تجاوز نہ کر جائے۔

بھی ایسا ہوتا ہے ایک شخص ایک گالی دیتا ہے جواب میں وہ دو گالی دیتا ہے اور وہ باتیں کہتا ہے جو ہرگز مناسب نہیں تھیں۔

اسلام نے گالی دینے کو اس قدر بر اقرار دیا ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے گالی دینے والے کو بلاکت کے قریب قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

سِبَابُ الْمُؤْمِنِ كَالْمُشْرِفِ عَلَى الْهَلَكَةِ

(کافی، ج ۲، ص ۳۵۳)

مومن کو گالی دینے والا بلاکت کے قریب ہے۔
گالی دینے والا اگر اپنے عمل پر شرمندہ نہ ہو تو بند کرے اور گالی دینے سے باز نہ آئے اور اسی طرح گالی دیتا رہے تو وہ بس بلاک ہونے والا ہے۔

یہ میں شیطان کے بعض اہم کام جو ہم ا لوگوں سے اور خاص کر نوجوانوں اور جوانوں سے لیتا رہتا ہے اور ہم انجانے میں اس کی مدد کرتے رہتے ہیں یہ بات سب جانتے ہیں اپنے جانی اور کھلے ہوئے دشمن کی مدد کرنا خود اپنی نابودی کے اسباب فراہم کرنا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جہاں خدا کی بارگاہ میں شیطان کے ان کاموں سے پناہ مانگی ہے ویں خدا کی بارگاہ میں اس کے

مقابلہ میں بہترین عمل کی درخواست بھی کی ہے۔ ان بیماریوں سے پناہ

مانگی ہے بہترین اور کارگر دوائی کی درخواست کی ہے فرماتے ہیں:

(۱) نُطْقًا بِالْحَمْدِ لَكَ (۲) وَ إِغْرَاقًا فِي الشَّنَاءِ
عَلَيْكَ (۳) وَ ذَهَابًا فِي تَمْجِيدِكَ (۴) وَ شُكْرًا
لِيَنْعِمَتِكَ (۵) وَ اعْتِرَافًا بِإِحْسَانِكَ (۶) وَ إِحْصَاءً
لِيَمْنِنِكَ.

خدا یا مجھے توفیق عطا کر۔ میں ہمیشہ تیری حمد کرتا رہوں۔ تیر
ی شناسیں ڈوبا رہوں۔ ہمیشہ تیری تعریف کرتا رہوں تیری
نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہوں تیرے احسانات کا اعتراف
کرتا رہوں اور تیرے لطف و کرم کو شمار کرتا رہوں۔

(۱) نطقاً بالحمد لك

اسلامی تعلیمات میں ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے ہم کو جب بھی کوئی
نعمت ملے فوراً اس کا شکر ادا کرتے ہوئے ”الحمد لله“ کہیں۔ حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام کی روایت ہے:

مَا آتَنَاهُ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ بِيَنْعَمَةٍ صَغِرَتْ أَوْ كَبِيرَتْ
فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ إِلَّا أَدَى شُكْرَهَا

(تقریب صافی، ج ۲۰)

خداوند عالم اپنے بندہ کو جو نعمت دیتا ہے خواہ وہ چھوٹی ہو
یا بڑی اگر اس نے اس پر "الحمد لله" سہا تو اس کا شکر
ادا کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے۔ نعمتوں پر شکر ادا کرنا خود نعمت سے زیادہ
ستینگن اور روزنی ہے۔

(سفیہۃ الحمار، ج ۱، ص ۲۳۲)

ایک روایت میں ہے:

جب تمھیں کسی نیک کام کی توفیق ملے تو الحمد للہ کہو۔
(مشکوٰۃ الانوار، ص ۷۲)

(۲) اغراق فی الشباء علیک

شنا یعنی اچھائیوں کے ساتھ کسی کا تذکرہ کرنا، اس کی مدح کرنا،
انسان اور خدا کی مدح و شنا میں فرق ہے۔ کسی انسان کی حد سے زیادہ مدح و
شنا چاپلوسی ہے اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔ خدا کی مدح و شتابی بات یہ ہے آپ
جس قدر بھی خدا کی مدد و شنا کریں اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ جب
انسان اپنے اوپر خدا کی نیکی کو محسوس کرے تو دن رات اس کی تعریف کرتا
رہے تب بھی بات ممکن نہیں ہو سکتی ہے یہ احساس انسان کو دوسرا پیکار
باتوں سے محفوظ رکھے گا۔

(۳) ذہابی تمجید ک

مجد یعنی کرم و جلالت میں وسعت۔ اگر کوئی معاشرہ میں صاحب عزت و شرف ہے تو اس کو کہتے ہیں یہ صاحب مجد و عظمت ہے۔ قرآن خدا کے بارے میں فرماتا ہے انه حمید همید یقیناً خدا صاحب محمد و مجد ہے۔
قرآن کریم کو بھی مجید کہا گیا ہے۔ ”والقرآن المجيد“
خدا اور قرآن اس قدر صاحب مجد و عظمت ہیں جو لا متناہی ولا محدود ہے۔ لہذا جس قدر بھی خدا کا احترام کیا جائے وہ کم ہے۔ خدا اور قرآن کا جس قدر احترام کیا جائے گا اتنا خود انسان کے احترام میں اس کی عربت میں اضافہ ہو گا۔

(۴) و شکر النعمت ک

شکر نعمت، یعنی نعمت کا احساس اور اس کا اظہار۔ قرآن کریم میں ہے لئن شکر تم لازیم نہ کم اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور اضافہ کروں گا۔ ہماری ایک عادت یہ ہے کہ ہم نعمتوں کے سلب ہو جانے کی شکایت تو ضرور کرتے ہیں لیکن جو نعمتیں موجود ہیں اس کا شکر ادا نہیں کرتے ہیں فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہیں لیکن نعمت ایمان اور محبت اہل بیت علیہم السلام کا شکر ادا نہیں کرتے اگر نعمتوں کا شکر ادا کریں تو فقر و فاقہ بھی دور ہو جائے گا۔ شکر نعمت

کی توفیق خود ایک نعمت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت ہے:
خداوند عالم نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی۔ اے
موسیٰ میرا شکر ادا کرو جو شکر ادا کرنے کا حق ہے۔ جناب
موسیٰ نے عرض کیا میں کس طرح تیرے شکر کا حق ادا
کروں میں جو بھی شکر ادا کرتا ہوں وہ تیری عطا کر دے
نعمت کی بنا پر، خدا نے فرمایا اب تم نے میرا شکر ادا کیا
ہے جب تم کو یہ احساس ہو گیا یہ شکر بھی میری طرف سے
ہے۔

(کافی، ج ۲، ج ۱۹۸)

جو شکر کرتا ہے وہ شکایت نہیں کرتا۔ اسلام میں خدا کے شکر کے ساتھ
ساتھ لوگوں کا شکر یہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے بعض روایت میں ہے جو مخلوق
کا شکر ادا نہیں کر سکتا وہ خالق کا کیا شکر ادا کرے گا یعنی جو چند مدد و نعمتوں کا شکر
ادا نہیں کر سکتا ہے وہ خداوند عالم کی لا حدود نعمتوں کا شکر کیا ادا کرے گا۔

(۵) واعترافاً باحسانك

تیرے احسانات کا اعتراف کروں۔ احسان یعنی وہ کام جس سے
دوسرے بہرہ مند ہوں جیسے کسی بھوکے کو کھانا کھلانا۔ کسی پیاسے کو پانی پلا

دینا۔ کسی مریض کو دوادلا دینا، احسان کا درجہ عدل سے بڑا ہے۔ عدل وہاں
ہے جہاں انسان اپنے کسی حق کو ادا کرے۔ احسان یعنی اپنے حق سے زیادہ
ادا کرے۔ عدل واجب ہے اور احسان مستحب۔

چونکہ ہمارا خدا پر کوئی بھی حق نہیں ہے لہذا اس کی بارگاہ سے جو بھی
عنایت ہوتا ہے وہ خدا کا احسان ہے۔

اگر ہم نے کسی پر احسان کیا ہوا اور وہ ہماری مخالفت کرے نافرمانی
کرے تو کیا ہم اس کی مخالفت اور نافرمانی کا تذکرہ نہیں کرتے۔ ہمارے
دل میں اس کی اہمیت اور وقت کم نہیں ہو جاتی۔

ہم خداوند عالم کے بے شمار احسانات کے باوجود روزانہ کسی قدر گناہ
کرتے ہیں۔ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں۔ مگر وہ ہمارے گناہوں کو عام نہیں
کرتا۔ حضرت علی علیہ السلام دعائے کمیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

خدا یا نہ معلوم کتنی برائیاں ہیں جس پر تو نے پرده ڈال دیا
ہے۔ کتنی بڑی بڑی غلطیاں ہیں جو تو نے معاف کر دی
ہیں۔ کتنی لغزشیں ہیں جس سے تو نے بچا لیا ہے۔ کتنی
ناپسندیدہ چیزیں ہیں جس کو تو نے دور کر دیا ہے اور کتنی
اسی تعریفیں ہیں جس کا میں مستحق نہیں ہوں تو نے عام
کر دی ہیں۔

اگر ہم انھیں چند احسانات پر غور کریں تو کس قدر خدا کی محبت
ہمارے دل میں پیدا ہوگی۔ خدا کی محبت کے ساتھ عبادت کا مسئلہ کچھ اور
ہے۔ جس شخص کو خدا کے احسانات کا احساس ہے وہ بھی بھی اپنی عبادتوں
اور تمام نیکیوں کو زیادہ نہیں سمجھتا ہے بلکہ خدا کے احسانات کے مقابلہ میں
نہایت ناقص سمجھتا ہے اور ہمیشہ ادائیگی میں کوتاہی کا اعتراف کرتا رہتا ہے۔

(۶) واحصاء لمنك

منت عربی میں بڑی نعمت کو منت کہتے ہیں۔ خداوند عالم نے
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو منت سے تعبیر کیا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ
اللَّهُ..... یقیناً خدا نے مؤمنین پر منت کی ہے یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ایک عظیم ترین نعمت ہے۔ واقعاً بعثت پیغمبر اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم عظیم ترین نعمت ہے اسی نعمت کی بنا پر شرک و کفر کی نجاست سے
پاک ہوئے ایمان نے دل کے ساتھ ظاہر بدن کو بھی پاک کیا اسی نعمت کی
بنیاد پر جہنم سے آزادی ملی اور جنت کی راہ دکھائی۔ محبت ولایت اہل بیت علیہم
السلام اسی بعثت کا عطیہ ہے۔ کیا نعمت ولایت عظیم ترین نعمت نہیں ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

اللہ کی نعمتوں میں ایک نعمت وسعت مال ہے۔ وسعت
مال سے بڑی نعمت ہے جسمانی نعمت ہے۔ اور جسمانی

نعمت سے بھی بڑی نعمت تقوی قلب ہے۔

(غیر، ح ۱۳۸۶)

کیونکہ مال بھی ایک دن ختم ہو جائے گا جسم بھی ایک دن کمزور و رو بو سیدہ ہو جائے گا مگر تقوی قلب باقی رہے گا۔ یہی تقوی قلب شیطانی وسوسوں سے دور رکھے گا۔

ان چند مختصر صفحات میں ہمارے جانی دشمن شیطان کے وسوسوں کے حربوں اس کی سازشوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ بھی بیان کئے گئے۔

یہ ساری باتیں ایک طرف اگر واقعاً کوئی چیز ہم کو شیطان کے تمام حملوں سے اور ہر طرح کی سازشوں اور وسوسوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے تو وہ حضرت حجۃ بن احسان الحنفی علیہ السلام کی عنایت اور نظر کرم ہے۔ ان کی ولایت و امامت و مُتحکم قلعہ ہے جہاں شیطان کا گذر نہیں ہے لہذا اہم اسی ذمہ داری ہے ہم روزانہ امام زمانہ حضرت حجۃ بن احسان ولی عصر علیہ السلام کی خدمت میں ان کے آباء و اجداد کا واسطہ دے کر خلوص دل سے گڑ گڑا کر پناہ طلب کریں وہ واقعاً کہفت حصین مُتحکم قلعہ ہیں جو ان کے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ محفوظ ہو گیا۔

الحمد لله رب العالمين

حسن اختتام کے طور پر ہبہ عظیم مرجع بزرگ اور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حاج آقا نی سید علی حسینی سیستانی مدظلہ العالیٰ کے وہ گرانقدر ارشاد نقل کر رہے ہے یہ جوانوں نے جوانوں کی کامیاب اور بلند ترین ترقی کی منزل پر فائز زندگی کے لئے بیان فرمائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

رہبہ عظیم مرجع عالیٰ قدر حضرت
آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج آقا نی
سید علی حسینی سیستانی دام ظلہ العالیٰ
کا

کردار ساز پیغام
جوانوں کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت اقدس مرجع عالی قادر حضرت آیۃ اللہ العظیمی الحاج آقای سید
علی حسینی سیستانی دام ظلمہ العالی

سلام عليکم ورحمة الله وبرکاتہ

خدمت اقدس میں سلام و تجیات عرض کرنے کے بعد ہم کا ج
اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے سماجی خدمات میں منہمک فعال جوان ہیں۔
آپ کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہیں جناب عالی ہم لوگوں کو ایسی نصیحت
فرمائیں جو اس زمانہ میں ہمارے لئے مفید ہو اور ہم جوانی کی ذمہ دار یوں کو
اچھی طرح ادا کر سکیں اس کے علاوہ جو ہمارے لئے مفید ہو ان باتوں سے
ہمیں سرفراز فرمائیں۔

سماجی خدمات میں منہمک یونیورسٹی و کالج کے بعض فعال جوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام

علی محمد وآلہ الطاہرین

السلام علیکم ورحمة الله برکاتہ

آپ جوانان عزیز کے مسائل میرے ذاتی اور میرے گھر کے
مسائل کی طرح میں آپ لوگوں کو ۸۰ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں جن میں دنیا اور
آخرت کی تمام مکمل سعادت و کامیابی پوشیدہ ہے۔ یہ باتیں تمام لوگوں کیلئے خدا
اور اس کے نیک بندوں کے تمام پیغامات کا غالاصہ ہیں خود مسیری زندگی
کے تجربہ شدہ تناج ہیں۔

(۱) توحید اور قیامت پر یقین

خدا اور روز قیامت پر یقین رکھنا لازم و ضروری ہے کسی بھی صورت
میں اس عقیدہ میں کوئی بھی کوتاہی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس عقیدہ پر نہایت
مستحکم دلیلیں قائم ہیں۔ اگر انسان غور کرے تو اس دنیا کی ہر ایک چیز اپنے
بے مثال و بے نظیر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و صناع کی عظمتوں کی
 واضح دلیل ہے خداوند عالم نے مسلسل اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ اس
کی طرف باقاعدہ متوجہ کیا ہے یاد دہانی کرائی ہے۔ خداوند قدوس نے باقاعدہ
یہ حقیقت واضح کر دی ہے یہ دنیا آزمائش، امتحان اور تیاری کی جگہ ہے تاکہ

یہ دیکھئے کون سب سے بہتر عمل انجام دیتا ہے۔ جو شخص خدا اور قیامت سے
غافل ہو گیا اس کی نظر وہ دنیاوی زندگی کا مقصد اس کی معنویت اور
وہیں اوجھل ہو گئیں راستے تاریک ہو گئے۔ اس عظیم عقیدہ کی حفاظت آپ
سب کی اہم ذمہ داری ہے بلکہ یہ عقیدہ آپ کی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی
سرماہیہ ہونا چاہیے اور روز بروز اس یقین اور عقیدہ میں اضافہ ہونا چاہیے اور
ایسا محسوس ہونا چاہیے آپ ہمیشہ خدا کی نگاہوں کے سامنے میں مقصد کی طرف
روال دوال مسافران شب صحیح کو انعام سے نوازے جاتے ہیں۔

اگر کوئی اپنی جوانی کے دنوں میں اس عقیدہ پر ذرا سی کمزوری
محسوس کرے۔ واجبات کی ادائیگی میں کامیابی اور سستی کا احساس ہو تو بھی
بھی خدا سے رابطہ منقطع نہیں کرنا چاہیے ورنہ واپسی بہت زیادہ سخت اور مشکل
ہو گی۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہے اگر کوئی اپنی قدرت و صحت و توانائی کے
زمانہ میں غزوہ کا شکار ہو اور غذا کی احکام پر توجہ نہ دے ان کو نظر انداز کرے تو
جب یہ تو انہیاں سلب ہو جائیں گی کمزوری اور لاچاری گی گھیر لے گی تو خدا ہی کی
طرف واپس آنا ہو گا۔ جوانی اور توانائی کا زمانہ بہت زیادہ نہیں ہے۔ ہمیشہ
اس وقت کا خیال رکھنا چاہیے جب یہ ساری طاقت و توانائی رخصت ہو جائیگی
کمزوری یہماری اور بڑھا پاہر طرف سے گھیر لے گا۔

دنیا عجَب دار فانی دیکھی

ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
 جو آکے نہ جاتے وہ بڑھا پا دیکھی
 جو جاتے نہ آتے وہ جوانی دیکھی
 دیکھو اس مستحکم و پائیدار عقائد کے سلسلے میں پیش آنے والے
 شکوک و شبہات میں جلد بازی تحقیق و جستجو میں بے صبری، ناپخت افکار
 و نظریات کا تاثر، غیر معتبہ و مستند افراد کی پیروی اس گرانقدر عقیدہ پر ہر گز خلل
 انداز نہ ہونے پائے یاد رکھو لوگوں کے ذریعہ حق کو نہ بیچا نو بلکہ حق کے آئینہ
 میں لوگوں کا سر اپا دیکھو۔

(۲) بہترین اخلاق

بہترین فضیلت ابھی اخلاق سے آراستہ ہونا ہے جیسے حکمت
 غور فنکر، تواضع انکساری، نرم مزاجی، دوراندیشی، صبر و بردا باری۔۔۔ یہ سب
 ابھی اخلاق کی عالمتیں ہیں۔ دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بارگاہ خداوندی
 میں قربت کا سبب ہیں جس دن لوگوں کے نامہ اعمال میزان خداوندی میں
 ہلکے ہوں گے خوش اخلاق کا پلہ بھاری ہو گا۔ اس بنا پر آپ حضرات اپنے
 والدین اہل و عیال دوست و احباب اور عام لوگوں کے ساتھ بہترین اخلاق
 سے پیش آئیں۔ اگر اس میں کوئی کوتاہی محسوس کریں تو اس کو نظر انداز نہ
 کریں بلکہ اس کی اصلاح کی کوشش کریں حکمت اور حسن تدبیر سے مقصد

کی طرف قدم بڑھائیں۔ نفس کی سرگشی دیکھ کر ماہیوں نہ ہوں بلکہ ان حالات میں خوش اخلاقی کی اور زیادہ کوشش کریں۔ جو شخص کسی کی عادتیں اپنانے کی کوشش کرے گا اس کا شمار انہیں لوگوں میں ہو گا جو شخص اس راہ میں سختیاں برداشت کرے گا اس کا اجر و ثواب بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہو گا۔

(۳) تخصص اور مہارت

مختلف علوم و فنون میں تخصص اور مہارت حاصل کریں اس راہ میں جی جان سے کوشش کریں زحمتیں اور سختیاں برداشت کریں اس میں بہت ہی زیادہ برکتیں ہیں۔ وقت کا صحیح استعمال ہوتا ہے، اہل و عیال کی اچھی زندگی کے اسباب فراہم ہوتے ہیں، قوم و سماج کو فائدہ پہنچتا ہے، نیک کاموں میں تعاون ہوتا ہے۔ تجربات حاصل ہوتے ہیں عقل پختہ ہوتی ہے مہارتوں میں اضافہ ہوتا ہے مال پاک ہوتا ہے وہ مال جو زحمت و مشقت سے حاصل کیا جاتا ہے اس میں پاکیزگی اور برکت زیادہ ہوتی ہے۔ خداوند عالم ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو روزی کے حصول میں زحمت و مشقت برداشت کرتے ہیں اور ان لوگوں سے نفرت کرتا ہے جو کامل دوست اور دوسروں پر بوجھ میں یا جو کھیل کو دیں اپنا وقت بر باد کر رہے ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں آپ کی جوانی کا زمانہ تخصص اور مہارتوں

کے حصول میں بسر ہو۔ خداوند عالم نے جوانی میں بڑی طاقت استعداد اور صلیتیں رکھی ہیں۔ یہ وہ دور ہے جہاں آپ کو اپنی پوری زندگی کا سرمایہ ذخیرہ کرنا ہے۔ لہذا یہ قسمی زمانہ ہے فائدہ چیزوں میں بر باد نہ کریں۔

علوم و فنون میں اس قدر محنت و محنت برداشت کریں کہ واقعاً ماہر متخصص ہو جائیں۔ مکمل آگاہی اور علم کے بغیر کوئی بات بیان نہ کریں ناقص معلومات پر عمل نہ کریں۔ جس چیز کا علم نہ ہو وہاں رائے دینے سے پر ہیز کریں اور ان لوگوں کی طرف رجوع کریں جو اس سلسلہ میں باقاعدہ خبر رکھتے ہیں اس سے اعتماد اور پاکیزگی نفس میں اضافہ ہو گا۔ اپنی ذمہ داریاں نہایت سنجیدگی اور خوش اسلوبی سے انجام دینا چاہیے، زندگی کا مقصد صرف مال جمع کرنا نہ ہو چاہے وہ کسی بھی راستے سے ہو۔ یاد رکھیں حرام مال میں کوئی برکت نہیں ہے جو شخص حرام راستوں سے مال حاصل کرتا ہے خدا اس کو ایسی بلا اور بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے سارا حرام کا سرمایہ اس میں خرچ ہو جب اتا ہے۔ ایسا نہ ہو دنیا میں مال حرام سے استفادہ نہ کر سکے اور آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے۔

آپ میں ہر ایک اپنے ضمیر اور وجدان کو معیار قرار دے۔ وہ دوسروں کے کام اسی طرح انجام دے جس طرح وہ خود اپنا کام انجام دیتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ اس طرح اچھے انداز سے پیش آئے جس طرح چاہتا ہے

کہ خدا اس کے ساتھ پیش آئے ہمیشہ شخص اور مہارتوں کے اخلاقیات کا خیال رکھے۔ ان کاموں سے پرہیز کرے جن کے ظاہر ہونے سے شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ بات باقاعدہ ذہن میں رہے ہر شخص، ماہر اور کارمند اس شخص کا امانتدار ہے جس نے اس کو یہ ذمہ داری دی ہے اور ان لوگوں کا بھی جوابدہ ہے جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں لہذا اپنے مالک اور صاحب کے حق میں ہمیشہ خیر خواہ رہیں۔ جانے اور انجانے میں خیانت سے پرہیز کریں۔ ہمیشہ یہ خیال رہے خدا آپ کو اور آپ کے عمل کو دیکھ رہا ہے جلد یا تاخر سے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ خیانت اور غداری خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز سے اس کا انعام بہت خطرناک ہے۔

شخص اور مہرین میں ڈاکٹروں کی ذمہ داریاں سب سے زیادہ ہیں ان باتوں پر زیادہ عمل کرنا چاہیے ان لوگوں کے ہاتھوں میں لوگوں کے جسم اور جان ہیں۔ ان باتوں کو نظر انداز کرنا خطرناک نتائج کا سبب ہو گا۔ صاحبانِ نظر کیلئے قیامت قریب ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطْفِفِينَ ۖ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى
النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۗ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ
يُخْسِرُونَ ۗ الْأَلَايْلُنُ أُولَئِكَ أَثْمُهُمْ مَبْعُوثُونَ ۗ

نآپ توں میں کمی کرنے والوں کیلئے سخت عذاب ہے

جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا تو لتے ہیں اور جب
خود ناپتے تو لتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا ان لوگوں کو
قیامت میں اٹھاتے جانے کا یقین نہیں ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدٌ كَمْ عَمَلَلَا أَنْ يَتَقَنَّهُ
یقیناً خداوند عالم اس بات کو پسند کرتا ہے جب کوئی کام کرو
تو نہایت مُتَحَمِّم اداز سے انجام دو۔

کالجیوں اور یونیورسٹیوں سے متعلق طلاب اور اساتذہ خاص کر
ڈاکٹروں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے تخصصی موضوعات میں دوسرا علمی مرکز
کی تحقیقات سے باخبر ہوں تاکہ ان کی معلومات اور اطلاعات دوسروں سے
کسی طرح کم نہ ہوں بلکہ اپنے تخصصی موضوعات میں مزید تحقیق و جستجو کر کے
اپنی تحقیقات و اکتشافات سے ان موضوعات کو اور زیادہ مکمل کریں علمی مقابلہ
میں دوسروں کے آگے ہوں۔ علمی میدان میں درس و تدریس کے میدان
میں صرف دوسروں کی تحقیقات و اکتشافات سے استفادہ کرنے والے نہ
ہوں استعمال کرنے والے نہ ہوں بلکہ ایجاد کرنے والوں میں شمار ہوں
جس طرح ہمارے بزرگ علوم و فنون میں ساری دنیا سے آگے تھے پیش قدم
تھے ہم بھی ان موضوعات میں آگے ہوں۔ ترقی و تکامل کے سلسلے میں

کوئی قوم کسی دوسری قوم سے زیادہ سزاوار تر لائق نہ ترا اور با استعداد تر نہیں ہے۔ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے ان جوانوں و نوجوانوں کے ساتھ بھر پور تعاون کریں ان کی مشکلات دور کریں جو استعداد اور صلاحیتوں سے سرشار یہی ذین، ہوشیار، سمجھدار اور مختنی یہیں چاہے یہ افراد کمزور اور نچلے طبقات سے تعلق رکھتے ہوں ان لوگوں کی مدد اسی طرح کریں جس طرح اپنی اولاد کی مدد کرتے ہیں۔ علمی میدان میں ترقی کے اعلیٰ مراتب طے کرنے میں ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں تاکہ ان کے کارناموں میں اجر و ثواب میں آپ بھی برابر کے شریک قرار پائیں۔ اور اپنے معاشرہ اور سماج کیلئے مفید ثابت ہوں۔

(۲) نیک اعمال و حسن اخلاق

تمام بلندیوں فضیلتوں سعادتوں کی بنیاد نیک اعمال اور حسن اخلاق ہے۔ تمام پستیوں شفاوتوں بد بخیتوں کی جو بداعلاقی اور برابرے اعمال ہیں۔ ہاں وہ موارد الگ ہیں جہاں خدا کی آزمائش اور امتحان ہے۔ خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَإِنَّمَا كَسْبَتُ أَنِيدُّ يُكَمِّمُ وَلَيَعْفُوْعَنَّ كَثِيرٍ۔ تم پر نازل ہونے والی ہر مصیبت تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے جبکہ خداوند عالم بہت سی باتوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اچھی عادتوں میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا، پاک دماغی نگاہ کی پاکیزگی،

کردار کی طہارت، زبان کی صداقت، صلہ رحم، امانت داری، وفاداری،
عہدو پیمان کی پاسداری، حق پر ثابت قدمی، نامناسب اور پست اعمال سے
دوری، بری عادتوں سے پر ہیز کرنا ہے۔

بری عادتوں میں غیر معقول تعصب، جلد مشتعل ہو جانا، بھڑک جانا،
ذلیل و پست، کھیل کو د، دکھاوا، ریا کاری، دولت و ثروت میں اسراف
کمزوروں پر ظلم و تعدی، مصائب و بلا میں ناشکری و شکوہ، دوسروں کے ساتھ
خاص کر کمزوروں کے ساتھ برا برتاؤ مال کا انتلاف، نعمتوں کی ناشکری، گناہوں
کے ذریعہ عزت و آبرو کا حصول، ظلم و سرکشی میں تعاون کرنا ناکردار اعمال پر
تعاریف و توصیف کی توقع کرنا۔

جو ان لڑکیاں اپنی پا کدا منی کا خاص خیال رکھیں۔ عورت اپنی
نزاکت و لطافت کی بنا پر حالات سے جلد متاثر ہوتی ہے۔ ذرا سی چوک تباہی
کا سبب ہو سکتی ہے۔ لڑکیوں کی ذمہ داری ہے کھوکھلی باتوں اور ظاہری چمک
دمک کے جال سے خود محفوظ رکھیں۔ لذتیں لذت جائینیں، تباہیاں باقی رہ
جائیں، لڑکیوں کو پوری توجہ کے ساتھ مستحکم پانیدار، پا کدا من زندگی کی فکر میں
رہنا چاہیے۔ وہ عورت کس قدر باعزت و باوقار ہے جو اپنی رفتار، گفتار، کردار
و عادات کا خاص خیال رکھتی ہے اور اپنی سعادت مندو بافضلیت زندگی میں
مشغول و مصروف ہے۔

(۵) تشكیل و تعمیر خاندان

شادی اور تشكیل خاندان میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ انسان کے سکون اور لذت کا سبب ہے۔ کام میں دل لگتا ہے کام میں زیادہ سنجیدگی آتی ہے۔ عزت و وقار اور احساس ذمہ داری کا سبب ہے۔ شادی کے بعد انسان اپنی ضروریات زندگی پورا کرنے میں زیادہ سنجیدہ ہوتا ہے زیادہ دل لگا کر محنت سے کام کرتا ہے جس کی بناء پر بہت سے حرام کاموں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ روایت میں ہے ”جس نے شادی کر لی اس کا نصف دین محفوظ ہو گیا۔“ ان تمام باتوں کے علاوہ دین اسلام میں شادی عظیم منتخب کام ہے زندگی کی ایک اہم ترین ضرورت ہے جو اس سے دوری اختیار کرے گا اس کی زندگی دشواریوں سے دوچار ہو گی سستی اور کاملی کا سبب ہو گی۔ دیکھو فقر اور تنگدستی شادی میں تاخیر یا روجردانی کا سبب نہ ہو خداوند عالم نے شادی کو رزق کا سبب قرار دیا ہے اور وہ روزی فراہم کرے گا جو خواب و خیال میں بھی نہیں ہاں جس سے شادی کرنا چاہتے ہو اس کا دین اخلاق اور خاندانی شرافت کو منظر رکھو۔ حسن و جمال اور دنیاوی امکانات کو بہت زیادہ اہمیت مل دو۔ یہ سب دل کو بہلانے کیلتے ہے جب زندگی کا رخ بدلتا ہے، سختیاں و دشواریاں پیش آتی ہیں اس وقت پر دے اٹھ جاتے ہیں اور کچھ کام نہیں آتا ہے۔ روایتوں میں حسن و جمال اور مال کی غاطر شادی کرنے سے منع کیا

گیا ہے اور اس بات پر تاکید کی گئی ہے۔ عورت کے دین و اخلاق کی غاطر شادی کرو اور اس طرح کی شادی کو با برکت قرار دیا گیا ہے۔

لڑکیاں اور ان کے والدین کی ذمہ داری ہے نوکری کو شادی پر ترجیح مت دیں۔ شادی زندگی کا لازم ہے جبکہ نوکری ضروریات پورا کرنے کا بس ایک ذریعہ ہے۔ نوکری کی خاطر شادی نہ کرنا عقلمندی نہیں ہے جو شخص اپنی جوانی کے ابتدائی دنوں میں ان امور سے غفلت بر تے گاوہ بہت جلد پیشمان ہو گا اس وقت شرمندگی فائدہ مند نہ ہو گی۔ زندگی کے تجربات اس حقیقت کے گواہ ہیں۔

والدین کیلئے نامناسب ہے وہ لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹیں اسجاد کریں رسم و رواج کی خاطر شادی میں تاخیر کریں، مہر اور جہیز شادی میں تاخیر کا سبب نہ ہو۔ اس سے فساد پھیلتا ہے۔ والد کو لڑکیوں پر بس اتنا اختیار حاصل ہے وہ ان کو اچھے برے سے آگاہ کریں اور خج و تیج سے واقف کرائیں۔ اگر کوئی بلا وجہ شادی میں رکاوٹ بن رہا ہے وہ دائمی گناہ کا مرتكب ہو رہا ہے۔ وہ ان باتوں کا بھی ذمہ دار ہو گا جو شادی نہ ہونے کی بنا پر لڑکی کو برداشت کرنا پڑ رہی ہیں۔ وہ ان باتوں سے اپنے لئے جہنم کا دروازہ کھول رہا ہے۔

(۶) رفاهی امور

قوم و سماج کی خدمت کرنے سے ایمان مستحکم ہوتا ہے نفس پاک
ہوتا ہے، عام لوگوں کی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا خاص کرتیں، بیوہ گان،
محروم و کمزور افراد۔ اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے نفس پا کیزہ ہوتا ہے۔
یہ امور خدا کی عطا کردہ نعمتوں کی بہترین زکات یہلیں فضیلت ہے سعادت
ہے نیکی و پرہیزگاری میں باہمی تعاون و امداد ہے۔ یہ خاموش امر بالمعروف
اور بھی عن لمدنگ ہے اور ان ذمہ داروں کے ساتھ تعاون و حسن سلوک ہے جو
عمومی نظام کو چلا رہے ہیں انھیں امور سے قوم ترقی کی طرف گامزن ہوتی ہے۔
دنیا میں برکتیں حاصل ہوتی ہیں آخرت میں سعادتیں نصیب ہوں گی۔ خدا ان
لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو ایک دوسرے کا بوجھ بٹانے میں ایک دوسرے
کا خیال رکھتے ہیں اور ان کے امور کو اہمیت دیتے ہیں جو اپنے لئے پسند
کرتے ہیں وہی دوسروں کیلئے بھی پسند کرتے ہیں خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرْبَىٰ آمْنُوا وَاتَّقُوا لَفَتَحْنَا

عَلَيْهِمْ بَرَّ كَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ

اگر شہر والے ایمان لے آتے اور تقویٰ و پرہیزگاری
اختیار کرتے تو ہم ان کیلئے آسمان سے برکتوں کے
دروازے کھول دیتے۔

یہ بھی ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
بِأَنفُسِهِمْ
یقیناً خداوند عالم اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا
جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلتے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِآخِيهِ مَا يُحِبُّ
لِنَفْسِهِ وَيَكْرَهُ لِآخِيهِ مَا يَكْرَهُ لِنَفْسِهِ
تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت مکمل نہیں ہو گا جب
تک وہ اپنے بھائی کیلئے وہی بات پرندہ کرے جو
اپنے لئے پرندہ کرتا ہے اور اپنے بھائی کیلئے بھی اس
چیز کو ناپرندہ کرے جو اپنے لئے ناپرندہ کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ سَنَ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرٌ هَا وَأَجْرٌ مَنْ عَمِلَ
بِهَا
جو ایک اچھی بات اچھا طریقہ اسجاد کرتا ہے اس کو اس
کا ثواب ملتا ہے اور ان لوگوں کا بھی ثواب ملتا ہے جو
اس پر عمل کرتے ہیں۔

(۷) منصب اور ذمہ داریاں

وہ لوگ جنہوں نے دوسروں کے امور کی ذمہ داری قبول کی ہے اس کو خوب اچھی طرح سے ادا کر میں چاہے گھر بیوڈ مدداریاں ہوں یا قوم اور سماج کی ذمہ داریاں ہوں اس بنا پر ضروری ہے باپ اپنے فرزندوں کی سرپرستی اور تربیت۔ شوہر اپنی زوجہ کی دیکھ رکھ کا پورا پورا خیال رکھے۔ گھر اور سماج کی عزت و احترام کا خیال رکھتے ہوئے ہر طرح کی سختی و زبردستی سے پرہیز کرے اور ان جگہوں پر بھی سختی سے پیش نہ آئے جہاں فیصلہ کرنا اور اقدام کرنا لازم و ضروری ہو۔ گھر اور سماج کی حفاظت حکمت کا تقاضا ہے، سنجیدہ اقدام اور فیصلہ کن اقدامات کیلئے سختی تو ضروری نہیں ہے لہجہ کا خراب ہونا لازم تو نہیں ہے بلکہ تربیت اور اصلاح کے اور بھی راستے ہیں اس سلسلہ میں ماہرین سے مشورہ اور گفتگو کرنے سے بہت سے راستے سامنے آتے ہیں۔ جبکہ سختیوں کا الٹا اثر ہوتا ہے۔ وہ عادتیں جو جڑ پکڑ چکی ہیں وہ سختیوں سے نہیں جاتی ہیں البتہ شخصیتیں ضرور ٹوٹ جاتی ہیں۔ اصلاح سے زیادہ خرابیاں پسیدا ہو جاتی ہیں اس اقدام میں کوئی خیر نہیں ہے جس کی بنیاد ظلم ہو۔ غلطیاں غلطیوں سے نہیں سدھاری جاتی ہیں۔

اگر کسی نے سماج اور قوم کی کوئی ذمہ داری قبول کی ہے اس کو اہمیت دینا چاہیے بہترین طریقے سے ذمہ داری کو ادا کرنا چاہیے۔ ان امور

کی انجام دہی میں خیانت نہ کرے جو عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں
کیونکہ خداوند عالم سب کچھ دیکھ رہا ہے اور وہی کل قیامت میں سوال کرنے
 والا ہے اور اس کا سوال شدید و دقيق ہو گا۔ لہذا اس بات کا خاص خیال رہے
لوگوں کے اموال اور جانیدادوں کا غلط استعمال نہ ہو۔ فیصلے ہمیشہ متعلقہ امور
کی بہتری اور ترقی کیلئے ہوں۔ منصب و مقام اور اختیارات کا غلط استعمال نہ
ہو۔ گروہ اور پارٹی نہ بنائی جائے تاکہ ایک دوسرے کی غایبوں اور غلطیوں پر
پردہ ڈالا جاسکے۔ اور غلط طریقے سے فائدہ آپس میں تقسیم کیا جاسکے مشکوک
اموال آپس میں بانٹ لیا جائے اور ان لوگوں کو محروم یا معزول کر دیا جائے
جو اس منصب و مقام کیلئے واقعًا مناسب اور سزاوار ہیں۔ ان لوگوں کو بھی
محروم کر دیا جائے جو امانت کے حقدار ہیں بلکہ سب کے حقوق کا برابر سے
خیال رکھا جائے ایسا ہر گز نہ ہو یہ منصب و مقام یہ اختیارات رشتہ داروں کیلئے
سوء استفادہ کا سبب قرار پائیں رشتہ دار مز— سے اڑائیں اور سختی تما شادی کیھیں
اس منصب و مقام و اختیارات کو ذاتی مفادات کی غاطر استعمال نہ کریں۔
دوسروں کے حقوق پامال کر کے ذاتی حقوق ادا کرنا ظلم ہے اور تباہی
ہے۔ اور اگر ترجیح دینے کی نوبت آئے تو کمزور و ضعیف کو ترجیح دیں ان کو
ترجیح دیں جن کی کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے۔ ان کا خدا کے علاوہ
کوئی اور ناصر و مددگار نہیں ہے۔

آپ بھی بھی دین و مذہب کو اپنے کاموں کی تاویل و توجیہ کیتے
 استعمال نہ کریں یکونکہ دین حق اور مذہب حق کی بنیادوں پر قائم و استوار
 ہے اور عدل و انصاف و امانستداری وغیرہ کے سلسلے میں خداوند عالم کا ارشاد
 ہے

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا إِلَيْبِنَاتٍ وَأَنَّزَلْنَا مَعَهُمْ
 الْكِتَابَ وَالْبِيِّنَاتِ لِيَقُولَمُ النَّاسُ إِلَيْقُسْطِ
 يَقِنَّا هُمْ نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا
 اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان عدل بھی نازل کی
 تاکہ لوگ عدل و انصاف کی زندگی بسر کریں۔

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے
 إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ)
 يَقُولُ فِي غَيْرِ مَوْطَنٍ لَنْ تَقْدَسْ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ
 لِلضَّعِيفِ فِيهَا حَقَّهُ مِنَ الْقُوَى غَيْرُ مُتَعْنَعٍ
 میں نے بارہا حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 فرماتے ہوئے سنا (وہ امت بھی بھی پاک و کامیاب
 نہیں ہو سکتی ہے جہاں طاقتوں کے خوف سے کمزوروں کا
 حق نہ لیا جاتا ہو۔

جو ان باقوں کے علاوہ کسی اور چیز پر اپنے امور کی بنیاد قرار دے گا

وہ جھوٹی امیدوں سے خود کو آرستہ کر رہا ہے خود اپنے آپ کو فریب دے رہا ہے۔

صاحبان عدل و انصاف کیلئے بہترین نموذج حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام شہید کر بلا حضرت امام حسین علیہ السلام یہی یہ حضرات سب سے زیادہ اپنی باتوں پر عمل کرتے تھے اور سب سے زیادہ سنت کی پیروی کرتے تھے۔

جو شخص لوگوں کے امور کی ذمہ داری قبول کرنا چاہتا ہے اس کیلئے لازم و ضروری ہے وہ اس عہد نامہ کو ضرور پڑھے جو امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے جناب مالک اشتر کے نام تحریر فرمایا تھا۔ اس میں عدل و انصاف کی تمام باتیں بیان کر دی گئی ہیں یہ صاحبان منصب اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں کیلئے نہایت مفید ہے۔ جس کی ذمہ داری بتی زیادہ وسیع ہے اس کیلئے اس عہد نامہ کا بغور مطالعہ کرنا اتنا ہی زیادہ ضروری اور لازمی ہے۔

(۸) جذبہ تعلیم و تعلم

انسان ہر روز خود کو زیور علم سے آرستہ کرتا رہے زندگی کے ہر مرحلہ میں حکمت و معرفت کے ذخیرہ میں اضافہ کرتا رہے۔ اپنے اعمال کا باقاعدہ جائزہ لیتا رہے اپنے ارد گرد کے حالت و واقعات سے باخبر رہے تاکہ روزانہ

معرفت تجربات اور فضل و کمال میں اضافہ ہوتا ہے۔ زندگی وہ مدرسہ ہے جس کے متعدد پہلو اور شعبہ یہں اس میں بڑی گھر ایسا ہیں۔ انسان اس میں غور و فکر کرنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے لہذا علم، معرفت، حالات سے باخبر رہنا نہایت ضروری ہے۔ زندگی کے ہر کام میں درس اور عبرت ہے۔ ہر واقعہ میں ایک پیغام ہے جو ان میں غور و فکر کرنے سے گا اسے خدا کی سنتوں اور قوانین میں ضرور اس کی رہنمائی ملے گی عبرت اور نصیحت کے نمونے میں گے۔ لہذا اس زندگی میں نہایت لازم و ضروری ہے روز بروز علم و معرفت اور تجربات میں اضافہ ہوتا ہے یہاں تک خدا سے ملاقات کا وقت آپ ہو چکے۔ جس کی بصیرت جتنا زیادہ ہو گی اسے حقائق کی معرفت کیلئے تجربوں کی کم ضرروت ہو گی اتنا ہی حقائق کی معرفت میں خطاؤں سے محفوظ رہے گا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتَ حَيْرَةً كَثِيرًا
 جس کو حکمت دے دی گئی اس کو بہت زیادہ نیکیاں
 دے دی گئیں۔

خدا نے خود اپنے پیغمبر کو یہ دعا کرنے کا حکم دیا۔

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اور کہیے خدا یا میرے علم میں اضافہ فرم۔

انسان کیلئے نہایت ضروری ہے وہ ان تین کتابوں سے ہمیشہ

مانوس رہے اور برابر ان کو غور و فکر سے پڑھتا رہے۔

(۱) قرآن کریم

سب سے پہلے اور سب سے بالاتر قرآن کریم ہے۔ یہ مخلوقات کیلئے خدا کا آخری پیغام ہے خدا نے اس لئے نازل فرمایا تا کہ عقولوں کے خزانوں کو ظاہر و آشکار کرے حکمت کے سرچشمہ جاری کرے۔ پتھر دل پانی پانی ہو جائیں۔ خدا نے اس میں واقعات اور مثالیں بیان فرمائی ہیں روز آنہ اس کی تلاوت کرنا انسان کی ذمہ داری ہے۔ یہ احساس ہونا چاہیے خدا اس سے مخاطب ہے اور وہ غور سے خدا کی باتیں سن رہا ہے۔ خداوند عالم نے یہ کتاب ساری دنیا کیلئے نازل فرمائی ہے۔

(۲) نجح البلاغہ

یہ عظیم کتاب ہے جس میں قرآنی مطالب نہایت دلنشیں انداز سے بیان کئے گئے ہیں اس انداز سے بات پیش کی گئی ہے کہ غور و فکر کا جذبہ خود بخود بیدار ہو جاتا ہے نصیحت و موعظت کیلئے زین ہموار ہوتی ہے جب بھی موقع ملے انسان ضرور اس کا مطالعہ کرے تا کہ اس کو یہ احساس ہو مولائے کا بنات امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام اس سے مخاطب ہیں۔ کیا مولا کی گفتگو سننے کی تمنا نہیں ہے خاص کر اس خط کو ضرور پڑھیں جو مولا نے اپنے

فرزند عزیز حضرت امام حسن علیہ السلام کے نام تحریر فرمایا ہے۔

(۳) صحیفہ سجادیہ

یہ نہایت بلغ دعاؤں کا مجموعہ ہے جن کے مضمین قرآن کریم سے
اخذ کئے گئے ہیں ان میں انسانی زندگی کے گرانقدر اصول بیان کئے گئے
ہیں اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے زندگی کے مختلف حالات میں کس طرح
زندگی بسر کرنا چاہیے کس طرح نفس کا حساب کرنا چاہیے کس طرح اس پر تنقید
کرنا چاہیے ان دعاؤں میں نفس انسانی کی ظاہر اور پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کیا
گیا ہے۔ دعائے مکارم الاخلاق کو نہایت غور و فکر سے پڑھنا چاہیے۔

یہ آٹھ نصیحتیں کامیاب زندگی کے ارکان و اصول میں ہیں۔ یہ تو بس ایک
یاد دہانی ہے۔ انہیں باقتوں کی روشنی میں انسان کو حق کا نور، حقیقت کی روشنی،
فطرت کی پاکیزگی نظر آتی ہے یہ عملی دلیلیں زندگی کے تجربات ہیں۔ آسمانی
پیغامات اور بزرگوں کی نصیحتوں نے اسی طرف متوجہ کیا ہے۔

لہذا انسان کی ذمہ داری ہے ان کو اپنائے ان پر عمل کرنے کی
پوری کوشش کرے۔ خاص کر جوان جو عمر کے اس مرحلہ میں ہیں جب
جسمانی اور روحانی طاقت و قوت کمال پر ہوتی ہے کیونکہ زندگی کا لیدہ دور قیمتی
ترین سرمایہ حیات ہے۔ اگر اس میں کچھ چھوٹ جاتے یا پوری طرح عمل نہ
ہو پائے تب بھی پوری طرح ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کم عمل کر لینا زیادہ کو

ترک کرنے سے بہتر ہے بعض کو حاصل کر لینا سب کچھ چھوڑ دینے سے
بہتر ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا أَيْرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا أَيْرَهُ۔

جو ذرہ برادر نکی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا اور ذرہ برادر
بدی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا۔

خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں آپ سب کو ان باتوں پر
عمل کرنے کی توفیقات عطا فرمائے جو دنیا و آخرت میں آپ کی سعادت
کامیابی اور ترقی کا سبب بنیں۔ یقیناً وہی بہترین توفیق دینے والا ہے۔

۲۸ ر ربیع الثانی ۱۴۳۷ نجف اشرف

دفتر مرتع عالیقدر حضرت آیۃ اللہ العظمی الحاج آقا
سید علی حسینی سیستانی دام نسلہ العالی